دسمبر ۱۹۸۴ / ۱۴۰۵
84

الرشد

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255

جلد ۶ | ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۴ء | شمارہ ۳

ماہنامہ المرشد

چکوال (جہلم) پاکستان

برائے رابطہ "دارالعرفان" منارہ ضلع جہلم

بیاد
حضرت العلام
مولانا
اللہ یار خان صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
حضرت مولانا
محمد اکرم صاحب مدظلہ

مدیر مسئول
پروفیسر حافظ
عبدالرزاق صاحب
ایم۔ اے
(عربی اسلامیات)

اس شمارے میں

- ادارہ — مدیر
- اسرار التنزیل — حضرت مولانا محمد اکرم
- الوکھا مسافر — سید علی شاہ
- تصوف پر ایک اعتراض — سید علی شاہ
- مجالس علم وعرفان — الحاج شیخ محمد حبیب الرحمن
- قرآن کا پیغام — حضرت مفتی محمد شفیع رح
- بلاسود بنیکاری — محمد تقی عثمانی
- حضرت المکرم کا دورۂ ملتان — سعید احمد
- من الظلمات الی النور — محبوب عالم قطر
- ایک — لیفٹیننٹ کرنل سید عزیز الرحمان

قیمت فی کاپی ۴ روپے

مجلس ادارت (اعزازی)

پروفیسر باغ حسین کمال ایم اے، ابو طلحہ سول ایجنٹ: مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

سالانہ چندہ ۔/۴۵ ششماہی ۔/۲۵ بیرون ممالک کے لئے بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ چندہ

بدل اشتراک فی پرچہ ۴ روپے — مشرق وسطیٰ ۔/۱۲۰ روپے — یورپ ۔/۱۴۰ روپے

لیبیا ۔/۱۵۰ " — امریکہ ۔/۱۶۰ روپے

حافظ عبدالرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹر اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد چکوال ضلع جہلم الحسنات منزل سے شائع کیا

شمارہ ۳	ربیع الاوّل ۱۴۰۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۴ء	جلد ۶

ماہنامہ ـــــ المرشد ـــــ چکوال

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انسان کی صحت، طاقت اور قوت کا انحصار متوازن غذا پر ہے۔ اس غذا کو قوت میں تبدیل ہونے کے لئے کئی مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ معدے میں غذا کی اشتہا پائی جائے اگر اشتہائے صادق مفقود ہو تو غذا خواہ کتنی اور کیسی ہی معدے میں بھر دی جائے تو وہ قوت میں تبدیل نہیں ہوسکتی

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ غذا معدے میں ٹھہرے۔ تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ معدہ کا عملِ انہضام شروع ہو اور وہ اس غذا کو ہضم کر کے اس قابل بنائے کہ وہ خون بن کر رگوں میں دوڑنے لگے۔ یہی خون وہ قوت وہ توانائی اور وہ طاقت ہے جو انسان کو سرگرم عمل رکھتا ہے اور اس کی صحت صرف قائم نہیں رہتی بلکہ اس میں بتدریج ترقی ہوتی رہتی ہے۔ مگر انسان صرف یہی کچھ نہیں بلکہ بقول حکیم الامت نے

وہ چیز اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم یہ لہو آب و ناں کی ہے بیشی

وہ جانِ پاک کیا ہے؟ وہ روح جس کا تزکیہ ہو چکا ہو وہ باطن جس کی تطہیر ہو چکی ہو۔ وہ اندر کا انسان جو اخلاقی بلندیوں پر پہنچ چکا ہو۔ رذائل جس کے دامن سے جھڑتے چلے جا رہے ہوں۔ یہی جان پاک روح کی قوت ہے، توانائی ہے، صحت ہے، ارتقا ہے۔ اس کے حصول کے لئے بھی اسی طرح کے کئی مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ سب سے پہلا مرحلہ وہی غذا کی اشتہا ہے جسے اہلِ دل طلب صادق کہتے ہیں۔ جب یہ پائی جائے تو ایک ہی غذائے صالح، مقوی اور متوازن دی جاتی ہے جسے ذکرِ الٰہی کہتے ہیں۔

یکے دو است بدار الشفائے میکدہ ہائے
اگر ز درد بنالا کسے شراب دہید

اس غذا کے ہضم ہو کر توانائی بننے کی صورت یوں بنتی ہے کہ تزکیہ نفس کے ساتھ ارتقائے روحانی ہونے لگتا ہے جس کو اہل فن اپنی اصطلاح میں مقامات سلوک طے کرنا کہتے ہیں۔ مگر یہ عمل اس روزمرہ کی زندگی سے الگ کسی اور خانے میں جاری نہیں رہتا۔ بلکہ ارتقائے روحانی کا روزمرّہ کی زندگی سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی رح فرمایا کرتے تھے "کہ جب باطن میں انوار جاگزیں ہوتے ہیں تو اعضاء اس کی گواہی دیتے ہیں" ظاہر ہے کہ اعضاء کو حرکت میں لانے والی قوت انسان کا ارادہ ہی تو ہے۔ اور ارادہ پیدا ہوتا ہے جذبہ سے گویا اعضا و جوارح کی حرکت یا یوں کہیئے کہ انسان کے عمل اور عملی زندگی کی صورت اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ اس کے اندر کونسا جذبہ کارفرما ہے۔

چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:۔

"دیندار اگر دُنیا کی بات بھی کرے تو اس میں بھی انوار ہوتے ہیں۔ اور دنیادار اگر دین کی بات بھی کرے تو اس میں ظلمت ہوتی ہے کیونکہ کلام ناشی ہوتا ہے قلب سے۔ قلب میں انوار ہیں تو کلام میں بھی انوار ہوں گے اور اگر قلب میں ظلمت ہے تو کلام میں بھی ظلمت ہوگی۔"

اس لئے اس راہ کے مسافر کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنے مقاماتِ سلوک کے لئے جہاں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا رہے وہاں اپنی روزمرّہ عملی زندگی پر کڑی نگاہ رکھے۔ کہ کیا اس کے اعضاء اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسے اتنا روحانی ارتقا حاصل ہو چکا ہے۔ زبان اگر جھوٹ اور غیبت سے نہیں بچتی تو وہ کس مقام سلوک کی شہادت ہوگی معاملات میں اگر کہیں کھوٹ پایا جاتا ہے تو وہ کس امر کی گواہی ہوگی۔ ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ تمام اعضا کو اس بات کی تربیت دی جائے کہ ہر حال میں اتباعِ سنت کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔ اور اگر خدا نخواستہ ایسا نہ ہو تو طئ مقامات نری خوش فہمی ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ
وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ

(مدیر)

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط

اللہ جل شانہٗ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو پوری کائنات کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ دنیا میں حضور اکرمؐ کی رحمت کا ظہور دو طرح ہوتا ہے۔ ایک ہے رحمتِ عامہ۔ اس کے دائرے میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو حضور اکرمؐ کی نبوت یا ختمِ نبوت کے قائل نہیں لیکن انھیں بھی جو رزق مل رہا ہے ان کے لئے سورج کی روشنی، سانس لینے کے لئے ہوا، دھوپ، چاندنی، ذاتی صحت اولاد غرض سب کچھ رحمت ہی کا صدقہ ہے یہ بات قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ کفار معاندین بھی حضور اکرمؐ کے صدقے اللہ کی گرفت سے بچے رہتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرمؐ جب تک مکہ میں قیام پذیر رہے اللہ تعالیٰ کا اعلانِ عام رہا کہ جب تو (اے میرے حبیبؐ) اس شہر میں ہے اللہ تعالیٰ انہیں سزا نہیں دے گا خواہ وہ کتنے ہی گنہگار رہیں یہ ہے حضور اکرمؐ کی رحمتِ عامہ کا ظہور۔

دوسری قسم رحمتِ خاصہ ہے اس کا ظہور آخرت میں ہوگا اس لئے اس رحمت سے بہرہ یاب ہونے کے لئے آخرت پر یقین اور نبی کریمؐ کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ رحمت عامہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے شخص کے تو دونوں جہان سنور گئے۔ لیکن ہمارا مشاہدہ اور تجربہ جو کچھ بتاتا ہے وہ ایک معمہ بن چکا ہے۔ وہ یوں کہ آج ساری دنیا میں سب سے زیادہ دکھی مسلمان قوم ہے۔ سب سے زیادہ پریشان حال وہی ہیں افلاس کا شکار ہیں تو مسلمان ہر ملک میں قتلِ عام ہو رہا ہے تو مسلمانوں کا۔ اریٹریا سے لے کر فلسطین تک جہاں دیکھو مسلمان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔

یہ ہندوستان پہ مسلمانوں نے ہزار سال حکومت کی ہے آج ان کی یہ حالت ہے کہ جہاں چاہتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیتے ہیں ۔ اور جس ملک میں صرف مسلمان ہی بستے ہیں وہاں حال یہ ہے ایک مسجد والے دوسری مسجد والوں پہ تکفیر کی بمباری کر رہے ہیں ، ہر برادری میں فساد ہر محلے میں جھگڑے بلکہ ہر گھر میں جوتم پیزار ۔ پھر حضور اکرم کی وہ رحمت عامہ کہاں ہے جن کا یہ جہان نہیں سنور سکا ۔ دوسرا جہان کیونکر سنورے گا ۔ جس کا ضمیر یہاں مطمئن نہیں اسے قبر میں کہاں چین نصیب ہوگا دوسرا یہ ہے کہ ہم تو حضور اکرم ؐ کی نبوت پہ ایمان رکھنے کے باوجود دکھی ہیں ۔ اور جو نہیں مانتے وہ عیش کر رہے ہیں اس مقام پہ پہنچ کر لازماً یہ سوچنا پڑتا ہے کہ :

ہمارے ظرف ہی انعام کے قابل نہیں ورنہ
لنڈھائے خم کے خم غیروں پہ کیوں ممسک ہو کر ساقی

سوال یہ ہے کہ ہمارا دعویٰ درست مگر کیا حقیقت میں ہم نے حضور اکرم ؐ کی نبوت کو تسلیم بھی کیا ہے یا نہیں ۔ یعنی اس دو رنگی کو کیا کہیں گے کہ زبان سے حضور اکرم ؐ کی نبوت کا اقرار کرو ، مگر عملی زندگی کا نقشہ بناؤ اپنی پسند کے مطابق حضور اکرم ؐ کی نبوت کو تسلیم بھی کیا ہے یا نہیں یعنی اس دو رنگی کو کیا کہیں گے کہ زبان سے حضور اکرم ؐ سے اس بارے میں مطلق مشورہ نہ لینا ۔ اب کوئی بتائے کہ اس ماننے کو کیا کہیں گے ! ماننے کی یہ صورت تو کوئی خاص مشکل نہیں ۔ اگر مشرکین کو بھی ماننے کا یہ فلسفہ معلوم ہوتا تو وہ حضور اکرم ؐ کی نبوت کا قطعاً انکار نہ کرتے مگر انہوں نے ماننے کا مطلب یہ سمجھا تھا کہ حضور اکرم ؐ کو نبی ماننے کے بعد زندگی کے ہر معاملہ میں حضور اکرم ؐ کی بات ماننی پڑے گی اور وہ اس کے لئے تیار نہ تھے ۔ جو حقیقت مشرکین مکہ کی سمجھ میں آگئی تھی اگر آج کے مسلمان کی سمجھ میں آجائے تو نہ یہ تضاد اور دو رنگی باقی رہے نہ پریشانی کا سوال پیدا ہو ۔

اگر تو ماننے کا مطلب صرف یہ ہوتا کہ یہ بات مان لی جائے گی کہ حضور اللہ کے نبی اور بات ختم پھر جو اپنی پسند ہو وہ کرتے رہو ، میری ناقص رائے میں شاید اتنی بات ماننے سے شاید مکے والے کبھی انکار نہ کرتے اور وہ تکلیفیں وہ مقابلے جو انہیں کرنے پڑے اور وہ شکستیں جو انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑیں اور وہ ذلت اور رسوائی جو ان کو میدان جنگ میں دیکھنی پڑی اس کی نسبت شاید وہ آسان سمجھتے کہ ہم بھی کہہ دیتے ہیں آپ اللہ کے نبی ہیں آپ اپنا کام کریں ہم اپنا کام کریں گے ، تو بتائیے اس حالت میں اس طرح انہیں کوئی فائدہ نصیب ہوتا ۔ قطعاً نہیں یہ سارا جھگڑا اس بات پہ تھا اس بات پہ تھا کہ نبی قبول کرنے کے بعد نبی مان لینے کے بعد انسان کو اس کی اطاعت یقیناً کرنی پڑتی ہے

نبوت کا اقرار صرف لفظوں سے نہیں ہوتا نبی مان لینے کے بعد نبی ماننے والے کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور جس کو اس نے نبی مانا ہے وہاں سے اس کا اختیار شروع ہو جاتا ہے پھر اُسے نبی کا پورا پورا اتباع کرنا پڑتا ہے

اچھا آپ اس مثال کو قریب سے سمجھ لیں۔ آپ ایک شخص کو اپنا پیر بنا لیتے ہیں۔ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں آپ اس کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اپنا پیر مانتے ہیں۔ اب پیر کچھ کہتا ہے اور آپ کچھ اور کرتے ہیں پیر مشرق کو چلنے کا حکم دیتا ہے آپ مغرب کو چلتے ہیں پیر گھر جانے کو کہتا ہے آپ جنگل کو چلے جاتے ہیں پیر جنگل میں جانے کو کہتا ہے آپ گھر آ جاتے ہیں تو کیا آپ کی اور اس کی پیری مریدی چل سکے گی، یا اُس پیر سے آپ کو کوئی فائدہ ہوگا۔ آپ ایک شخص کو پیر اختیار کرتے ہیں وہ کہتا ہے نماز پڑھا کرو آپ نہیں پڑھتے پیر کہتا ہے یہ جو کلمہ میں تجھے بتا رہا ہوں اسے پانچسو مرتبہ دن میں پڑھنا ہے تمہیں فائدہ ہوگا۔ آپ نہیں پڑھتے پھر آپ کو فائدہ نہیں ہوتا۔ تو اس کی ذمہ داری کیا پیر پر ہے یا آپ پر ہے تو جب اتنا معمولی سا رشتہ نہیں رکھ سکتا تو نبوت تو بہت بڑا اہم مقام ہے جب میں اور آپ زبان سے حضورؐ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور پھر حضور ہی کے احکام پر عمل نہیں کرتے تو ہم پھر دوہرے مجرم بن جاتے ہیں کہ حضور کی عظمت کا اقرار بھی ہے حضورؐ کو نبی تسلیم بھی کرتے ہیں اور پھر آپ کی اطاعت بھی نہیں کرتے تو جو شخص جُرم کرتا ہے کیا کبھی وہ آرام سے زندہ رہ سکتا ہے آپ نے کسی مجرم کو آرام سے زندہ رہتے دیکھا ہے ایک شخص گاؤں والوں کا مجرم ہے تو اس گاؤں میں آرام سے نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص کسی حکومت کا مجرم ہے تو اُسی حکومت میں آرام سے نہیں رہ سکتا کسی دوسری بادشاہی میں چلا جائے تو ممکن ہے وہاں آرام سے رہے۔ ایک شخص اپنی برادری کا مجرم ہے تو اُس اپنی برادری کے ساتھ گزارا نہیں کر سکتا عزت و آبرو کے ساتھ چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے ممکن ہے گزارا کرے۔ کوئی شخص حکومت کا ملک کا مجرم ہے تو اس ملک اس حکومت میں وہ عزت سے نہیں رہ سکتا کسی اور حکومت میں چلا جائے تو شاید وہاں جاکر وہ آزاد ہو جائے تو جو شخص نبوت کا مجرم ہے وہ وہاں تک آرام سے نہیں رہ سکے گا جہاں تک اس نبی کی نبوت کا دائرہ ہوگا۔ تو گویا حضور کی اطاعت کو چھوڑنے والے کے لئے زمین و آسمان میں کوئی جائے پناہ نہیں ہے کہ وہ آرام سے رہ سکے تو جب ہم نے آپ کی غلامی کو ترک کر دیا آپ کی اطاعت کو چھوڑ دیا آپ کے احکام کو پامال کیا تو پھر ہم کیسے یہ اُمید رکھ سکتے ہیں کہ ہم عزت سے رہیں یا آرام سے رہیں یا آبرو سے رہیں ممکن ہی نہیں چونکہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں حضور کی نبوت نہ ہو تو اس حالت میں ہم دُنیا کے کسی گوشہ میں بھی چلے جائیں

وہاں ہمارے لئے آرام نہیں ہے۔ جب تک ہم واپس حضور کی غلامی کو اختیار نہیں کر لیتے۔ اب یہ مرض تو ہماری سمجھ میں آگئی ہم نے جان لیا کہ بیماری کیا ہے۔ مرض کے جان لینے سے مرض ٹھیک نہیں ہو جاتی مرض علاج سے ٹھیک ہوتا ہے یہ بات سمجھ لینے سے کہ اس کو کیا مرض ہے مرض ٹھیک نہیں ہو جاتا پہلے تو یہ بات سمجھ لینی بھی مشکل ہے جب تک مرض کا پتہ نہ چلے علاج نہیں ہو سکتا جب تک کسی کو یہ سمجھ نہ آئے کہ مریض کو تکلیف کیا ہے اور اس کا سبب کیا ہے تو علاج کیا کرے گا لیکن اگر سبب پتہ چل بھی جائے تو بغیر علاج کے تو ٹھیک نہیں ہوتا۔ تو اگر مرض یہ ہے تو اس کا علاج کیا ہے قرآنِ کریم نے اس کا علاج یہ تجویز کیا ہے۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

یاد رکھو اللہ کا ذکر کرنے سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اور اطمینان تب نصیب ہوتا ہے جب ہر طرف خیریت ہو، کوئی شخص تکلیف میں ہو اور اُسے اطمینان ہو یہ مشکل ہے جب تک کوئی شخص دُکھ میں مبتلا ہے تکلیف میں مبتلا ہے اُسے اطمینان نہیں ہوتا اطمینان نصیب ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اُسے ہر طرف خیریت نظر آئے اور خاص کر دل تب مطمئن ہوتا ہے جب آخرت میں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ دل ایک ایسا آلہ ہے انسان کے جسم میں کہ اگر اس کی دنیا سارے کی ساری سُدھر جائے اگر دنیا کی دولت آپ اس کے قدموں میں رکھ دیں۔ دنیا کی حکومت دے دیں اگر آخرت اس کی درست نہیں ہے تو پھر شاہی تخت پر بھی بغیر دوائی کھائے اسے نیند نہیں آتی اس کا دل اطمینان نہیں پکڑتا کتنے بادشاہ ہیں دنیا میں آپ نے دیکھا ہو گا جب اسلام کا ظہور ہوا تو پوری دنیا مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئی سارا کفر ایک طاقت بن گیا اور سب سے زیادہ خطرہ خلفائے راشدین کو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کو ہوتا تھا کہ جن کی فوجیں روئے زمین کی حکومتوں کو ہلا کر رکھ رہی تھیں۔ اُنہیں اپنی حفاظت کی کتنی ضرورت ہوتی ہوگی لیکن وہ کیسے لوگ تھے کہ ایران سے قاصد آیا کوئی پیغام لے کر اُس نے مدینہ منورہ کو ذہن میں بہت بڑا شہر اونچی اونچی عمارتیں تصوّر کر رکھا تھا۔ مدینہ منورہ کچے گھروں پر مشتمل تھا اور کھجور کی چھتیں ہوتی تھیں جو بارش میں ٹپکتی رہتی تھیں کھجور کے ستونوں پر کھجور کے پتوں کی چھت اور خود حضور کا شانہ مبارک پر کئی گھروں میں لکڑی کے دروازے تھے صرف ایک دروازہ تھا جو پھیر دیا کھول دیا اور کئی گھروں میں ٹاٹ کے پردے تھے لگے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں لکڑی کا دروازہ

نہیں تھا۔ تو پہلے تو جو اُس نے بستی کو دیکھا تو یہ
سمجھا کوئی غریب سی بستی ہے مدینہ کہیں قریب ہوگا
اس نے کسی سے پوچھا مدینہ کہاں ہے؟ بھئی یہی تو
مدینہ ہے۔ کہنے لگا اگر مدینہ یہی ہے تو پھر تمہارا
مسلمانوں کا بادشاہ کہاں رہتا ہے کوئی شاہی
محل یہاں نظر نہیں آتا یہ تو کچے گھروں کا ایک
گاؤں سا ہے، تو بادشاہ کہاں رہتا ہے؟ اس نے
کہا یہاں تو بادشاہ ہوتا ہی نہیں ہے، ہمارے
یہاں کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ پھر کون کرتا ہے
تمہاری حکومت کے کام اُس نے کہا امیر ہوتا ہے
ہمارے تو امیر المومنین ہیں، مسلمانوں کے امیر ہیں
بادشاہ تو نہیں ہے۔ وہ کہنے لگا اچھا تم امیر کہہ لیتے
ہو ہم بادشاہ کہہ لیتے ہیں ہے تو حکومت کا سربراہ
اس کا محل کہاں ہے کہنے لگا یہی تو فرق ہے بادشاہ
محلوں میں رہتے ہیں اور امیر ہمارے ساتھ ہے
جیسے ہمارے گھر ہیں ایسا ہی ایک اس کا بھی
گھر ہے، اُس نے کہا اس کا دفتر کہاں ہے
وہ کہاں بیٹھتا ہے، اس کا سیکرٹریٹ کہاں ہے
مجھے اس کے پاس جانا ہے، پیغام دینا ہے
اس نے کہا وہ مسجد نبوی میں ہوگا اُسے وہاں
تلاش کرو وہ ہی اس کا دفتر ہے وہاں ہی بیٹھ
کر ساری دنیا پہ حکومت کرتا ہے پوچھتا پوچھتا مسجد
میں پہنچا دوپہر ہو گئی تھی کسی نے کہا اس طرف
نکل گئے ہیں امیر المومنین، مسجد میں نہیں تھے
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عہد تھا۔ کوئی
آدمی اس کے ساتھ ہو گیا کہ میں تجھے دکھاتا ہوں اس
طرف گئے ہیں۔ آپ مسجد سے نکلے کسی کھجور کے
سایہ میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے بازو سر
کے نیچے رکھا اور لیٹ گئے تو کھجور کا سایہ بھی کیا ہوتا
ہے پندرہ منٹ بعد سایہ تو آگے چلا گیا دھوپ
پڑنے لگی تو آپ کا پسینہ چہرے سے گر گر کر ریت
میں جذب ہونے لگا تو اس آدمی نے دیکھ کر
کہا وہ امیر المومنین آرام کر رہے ہیں وہ شخص کھڑا
ہو گیا اور حیران ہو کر کہنے لگا۔ تمہارا امیر عادل ہے
اس نے کہا تجھے کیا خبر تو ایران سے آیا کہنے لگا
ایران بہت بڑی سلطنت ہے بہت بڑا ملک ہے
بہت بڑی فوج ہے۔ اور لاکھوں انسان شاہی
محل پہ پہرہ دیتے ہیں۔ لاکھوں انسان وہاں
خدمت گار کے طور پہ رہتے ہیں سونے کے تخت
پہ بادشاہ کو نیند نہیں آتی اس لئے کہ ہمارے
بادشاہ ظلم کرتے ہیں اور ہزار پہروں کے باوجود
اُنہیں سکون نصیب نہیں ہے۔ وہ تڑپتا رہتا ہے
خداوند عالم نے اسی کا نسخہ تجویز فرمایا ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا
ہے۔

تو گویا اگر اللہ کا ذکر کیا جائے تو دوسرے معنوں میں اُس کا مطلب ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نصیب ہوتی ہے۔ چونکہ اطمینان قلب اگر ہے تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کی خاک میں ہے، آپ سے کٹ کر کوئی شخص مطمئن نہیں رہ سکتا کوئی شخص آرام کو نہیں پا سکتا ہے کوئی شخص آبرو کو نہیں پا سکتا تو گویا اس آیت کریمہ کا ترجمہ یا مفہوم کہہ لیں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرنے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی توفیق مل جاتی ہے۔ آپ کی غلامی کی توفیق مل جاتی ہے اور آپ کی برکات جو ہیں وہ سینے میں آجاتی ہیں وہ دل میں پیوست ہوجاتی ہیں۔

قرآن کریم نے کم وبیش سات سو آیات میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے نماز کی تاکید کم و بیش سات سو بار دہرائی ہے اللہ کریم نے نماز کو قائم کرنے اور اپنا ذکر کرنے کا حکم کہیں صراحتاً اور کہیں اشارۃً قرآن کریم کی آٹھ سو چار آیات میں دیا ہے۔ قرآن کریم میں آٹھ سو چار آیتیں ایسی ملتی ہیں جو کوئی تو واضح حکم دیتے ہیں۔ جیسے

اذکرا اللہ ذکراً کثیرا

یا الذین کرا اللہ تطمئن القلوب

اور کوئی اشارۃً ذکر کی طرف اشارہ فرمارہی ہے۔ ایسی آیتیں قرآن میں آٹھ سو چار ہیں کم وبیش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

"کہ آپ ان لوگوں کے پاس جا کر بیٹھیں وہاں تشریف رکھیں اُنہیں رونق بخشیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہیں"

اور جب یہ آیت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف لائے تو کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے آپؐ اُن کے درمیان جلوہ افروز ہو گئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جن لوگوں کے پاس مجھے بیٹھنے کا حکم فرمایا وہ لوگ بھی مجھے مہیا کر دئیے اور ایسے بندے بھی مجھے عطا کر دئیے جو دن رات اللہ کا ذکر بیٹھ کر کیا کرتے ہیں۔

لہذا ہمارا تجزیہ یہ مرض ہے عدم اطاعت کا اس کی دوا قرآن کریم نے ذکر الٰہی کو قرار دیا ہے اگر تو ہمیں اپنے آرام اپنے اطمینان اپنی آبرو اپنے سکون کی ضرورت ہے اور یقیناً ضرورت ہے، دیکھیں ہر شخص دنیا میں جو بھی محنت کرتا ہے وہ اپنے آرام کے لئے کرتا ہے، کوئی ملازمت کرتا ہے آرام وسکون حاصل کرنے کیلئے کوئی محنت اور مزدوری کرتا ہے آرام حاصل کرنے کے لئے کوئی دوسرا لمبا سفر اختیار کرتا ہے اس لئے کہ میں آرام سے رہوں، ساری مشقت ساری محنت اسی لیے ہے اور سارے کا سارا آرام اس بات میں ہے کہ کوئی

کتنی اطاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتا ہے۔ عجیب مزاج ہے انسان کا جو کام خدا نے اپنے ذمہ لیا اس کے لیئے تو اسے ہر وقت فکر رہتا ہے جس کام کا ذمہ خدا نے لیا ہو اس کے لیئے ہر کوئی پریشان ہے، خدا کہتا ہے اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہے اور علی الاعلان کہتا ہے کہ یہ کام میں کروں گا۔ فرمایا۔

وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

کوئی متنفس، کوئی ذی روح کیڑا، پتنگا، حیوان، انسان، پرند، چرند، درند جہاں بھی ہے خدا کہتا ہے اس کی روزی کا میں ذمہ دار ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نے اسباب بنا دیئے آٹے کی بوریاں آسمان سے نہیں پھینکتا۔ حیوانوں کے لیئے جنگل اور وادیاں ہیں چرنے کے لیئے حکم دیدیا ہے کہ جاؤ چرو کھاؤ پیو، انسانوں کے لیئے محنت اور مزدوری کی جگہیں بنا دی ہیں انسان کو عقل بھی دی ہے ہاتھ پاؤں بھی دیئے کام کر سکتا ہے محنت کر سکتا ہے کماتا ہے یہ سارے کے سارے اسباب ہیں مگر روزی دینے والا وہ خود ہے اور اس نے رزق بانٹ دیا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک شخص اتنا بھی شعور نہیں رکھتا کہ موٹر کیسے چلائی جاتی ہے اور اس کو اللہ نے دس موٹریں دی ہیں

اور ایک شخص موٹر کو کھول کر جوڑ دیتا ہے مگر وہ کسی موٹر والے کے پاس ملازمت کرتا ہے خدا کی شان ہے کہ اس کا رزق اتنا لکھ دیا اس کا رزق اتنا لکھ دیا۔ یہ ضروری نہیں کہ جو دنیا میں زیادہ عقلمند ہوں اسے زیادہ روزی دے اُس نے روزی اپنی مرضی سے تقسیم کی ہے اور عقل بھی اپنی مرضی سے دی ہے۔ بخت اپنی مرضی سے بانٹا ہے عمر اپنی مرضی سے بانٹی ہے، صحت اور بیماری اپنی مرضی سے بانٹی ہے، حتیٰ کہ کوئی دوسرے کی صحت نہیں چھین سکتا، کوئی دوسرے کا حسن قد کاٹھ نہیں چھین سکتا۔ کوئی دوسرے کا رنگ اور حلیہ نہیں چھین سکتا، تو پھر روزی کیسے چھین سکتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کسی خوبصورت شخص کو دیکھے اور اس سے اس کی خوبصورتی چھین لے اور اپنی بدصورتی اسے دیدے یہ ممکن ہی نہیں۔ ایک شخص کو خدا نے چھوٹے قد کا بنایا ایک کو بڑے قد کا بنایا کیا چھوٹے قد والا یہ کر سکتا ہے کہ اُس سے اس کا بڑا قد چھین لے، نہیں چھین سکتا۔ ایک شخص کو عمر اس نے پچاس سال دی، دوسرے کو ایک سو پچاس دیدی تو کیا پچاس سال والا یہ کر سکتا ہے کہ اس سے سو سال زندگی چھین لے اسے پچاس ہی سال زندہ رہنا ہے اور اس نے سو سال لہٰذا معلوم ہوا کہ نہ زندگی اور نہ ہی کوئی اور شے چھینی

نہیں جا سکتی۔ ایک باپ کے صلب ایک ماں
کے پیٹ سے دو چار دس بہن بھائی پیدا ہوتے
ہیں ہر شخص کا عقل اپنا ہے شعور اپنا ہے قد
کاٹھ اپنا ہے شکل اپنی ہے رنگت اپنی ہے
سوچ اپنی ہے عمر اپنی ہے ذہانت اور رزق اپنا
اپنا ہے۔ کوئی دوسرے کا نہیں چھین سکتا۔ جب
کوئی کسی سے اللہ کی دی ہوئی شے نہیں چھین سکتا
تو روزی بھی نہیں چھین سکتا۔ اگر روزی عقل سے
یا ہوشیاری سے یا طاقت سے چھینی جا سکتی تو کمزور
لوگ تو ہمیشہ بھوکے مرتے طاقتور ہی سب کی روٹی
کھا جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔

ہم تو پیدا نہیں ہوئے تھے ہم سے پہلے
طاقتور لوگ پیدا ہوئے تھے ہمارے حصہ کی روزی
بھی سمیٹ کر کھا جاتے۔ اور آج کا انسان جتنی
ہوس میں مبتلا ہے اگر انسان کا بس چلے تو کیا
آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا میں کسی بعد والے کے لئے
چھوڑ کر مرے گا یہ ساری کی ساری روزی اٹھا کر
لے جائے گا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا ہر ایک
کی اپنی قسمت اپنی روزی ہے اور وہ دینے
والا ہے جب یہ بات اتنی یقینی ہے تو اس کے
لئے ہم دن رات پریشان ہیں جس کا ذمہ خدا
نے لیا ہے اس کے لئے ہم پریشان ہیں اور ہمارے
ذمہ جس نے یہ لگایا ہے کہ تمہیں میں نے عقل دیا ہے
شعور دیا ہے سمجھ دی ہے اور اپنی کتاب نازل
کی ہے اور اس کے ساتھ اپنا نبی مبعوث فرمایا
ہے جو سراپا رحمت ہے اور دنیا کے سارے
آرام تمہیں میرے نبی کے پاؤں کی خاک میں
جوتیوں کی ٹھوکر میں ملیں گے۔ میرے پیغامبر
کی غلامی کرو تو تمہیں دونوں جہان کا آرام و سکون
میسر آجائے گا۔

عجیب انسان ہے کہ روزی چھیننے کے لئے تو رات
دن بھاگ رہا ہے نبی کی اطاعت کے لئے محنت
نہیں کرتا۔ یعنی جو کام خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے
اس کا فکر مجھے بھی ہے اور آپکو بھی ہے اور جو
اس نے ہمارے ذمہ لگایا ہے کہ یہ کام تمہیں اپنی
پسند سے کرنا ہے نہیں کروگے تو عذاب اور مصیبت
کے لئے تیار رہو دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ مگر
ہم نے یہ کام چھوڑ دیا ہے اور جو کام خدا نے اپنے
ذمہ رکھا تھا اس کو کرنے میں سارے لگے ہوئے
ہیں اور جو کام اللہ نے ہمارے ذمہ لگایا تھا اس
کی طرف سے ہم نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

لہٰذا میرے بھائی ساری اس تقریر کا ماحاصل
یہ بنا کہ روزی کا حصول واجب ہے ترک سبب
شرعاً جائز نہیں لیکن مقدم ہے محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپ کی پیروی۔
آپؐ کی پیروی، اطاعت کیا ہے وہی دنیا کے کام جو

ہم کرتے ہیں انہیں کے کرنے کا ڈھنگ سیکھنا ہے حضور سے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فالتو بات نہیں حکم نہیں دیں گے۔ کوئی ایسی بات کا حکم نہیں دیں گے جو ہم کر نہ سکیں۔ بلکہ ہم جب روزی کمانے جاتے ہیں تو خدا کہتا ہے کہ ہمارے نبیؐ سے کمانے کا طریقہ پوچھ لو جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے، کماؤ پھر تمہاری روزی کمانا اللہ کی عبادت ہو جائے گی۔

ہمارے پاس پیسہ ہے ہم خرچ کرنا چاہتے ہیں خداوند کریم فرماتا ہے کہ میرے نبی سے پوچھ کر خرچ کرو، جہاں وہ روک دے رُک جاؤ۔

ہم کھانا کھانے کے لئے تیار ہیں خدا کہتا ہے میرے نبی سے پوچھ لو وہ جس چیز کو کہے کھاؤ اور جس چیز کو منع کر دے مت کھاؤ۔ ہم سونا چاہتے ہیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے میرے نبی سے پوچھ کر سو جاؤ جب وہ اُٹھنے کا حکم دے اُٹھ جاؤ جب وہ سونے کی اجازت دیدے سو جاؤ تو کیا ہوگا فرماتے ہیں اگر تم اس طرح کرلو، دُنیا اور آخرت میں تکلیف تمہارے لئے نہیں ہے تمہارے لئے نہیں ہے تمہاری یہ دنیا بھی سُدھر جائے گی اور تمہاری آخرت بھی سدھر جائے گی اس سارے کام کو کرنے کی قوت حاصل کرنے کے لئے فرمادیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ جب یہ ذکر کروگے تو تمہیں نبی کا قرب حاصل ہوگا۔ خدا کا قرب حاصل ہوگا، اللہ کی تجلیات حاصل ہوں گی نبی کی رحمت حاصل ہوگی تمہارے دل میں وہ نور پیدا ہوگا جو تمہاری برائیوں کے درمیان ایک پردہ اور ایک دیوار بن جائے گا تمہارے اور نیکیوں کے درمیان ایک پُل اور ایک راستہ بن جائے گا جسطرح آج تمہیں روٹی کھانے کی بھوک لگتی ہے اسی طرح نیکی اور عبادت کرنے کی بھی بھوک لگنا شروع ہو جائے گی۔ جس طرح اب تم دُنیا کی غلاظت سے بچنا چاہتے ہو کہیں راستے میں غلاظت پڑی ہو کوئی شخص بھی دیکھے تو دور سے گزرتا ہے اسی طرح گناہوں سے تمہارا دل متنفر ہو جائے گا اور تم گناہ سے بچ کر گزرنے لگ جاؤ گے تو قرآن کریم نے ہمارے مرض کی نشان دہی بھی فرما دی اس کی دوا اس کا علاج بھی تجویز فرما دیا۔ اب اگر کسی کو اپنا مرض بھی پتہ ہو اس کے سامنے دوا بھی موجود ہو اسے پرہیز بھی بتا دیا جائے تو وہ علاج بھی نہ کرے دوا بھی نہ کھائے بدپرہیزی بھی کرتا رہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص مر جائے گا۔ یہی حال ہمارا ہے۔ ہم اللہ کا ذکر نہیں کرتے ہم نیکی نہیں کرتے، ہم عبادت نہیں کرتے، ہم اطاعت نہیں کرتے اور اس کے ساتھ بدپرہیزی یعنی گناہ مسلسل کرتے ہیں نتیجہ کیا ہوتا ہے ہم مرجاتے ہیں اور ایمان کی موت انسان کو اسلام سے نکال دیتی ہے

جسم کی موت اس دنیا سے نکالنے کا سبب بنتی ہے
نہ ایمان کی موت اسلام سے نکال دیتی ہے اور
اچھا بھلا مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والا آدمی
کسی نئے مذہب کا پیروکار بن کر اسلام سے
چلا جاتا ہے۔ یہ آج ہر گھر میں نئے نئے مذہب
کیوں ہیں آج ہمارے ہاں جو سب سے زیادہ مذہب
پھیلا ہے وہ شیعہ ہے۔ آپ شیعیت کی مثال اس انداز
سے لیں کہ آپ کے دیکھتے دیکھتے جتنے لوگ شیعہ
ہوئے ہیں، کیا وہ نیکی کرتے کرتے شیعہ ہو گئے
کوئی ایک شخص (آپ کتابوں کو چھوڑیں، حوالوں کو چھوڑیں)
ایسا بتا دیں جو ہمارے علاقہ میں ہمارے سامنے پہلے
اہل سنت تھا اور پھر وہ شخص نیکی کر کے اور عبادت
کرتا کرتا شیعہ ہو گیا ہو۔ جس نے بھی مذہب بدلا ہوگا
گناہ کرتے کرتے بدلا ہوگا۔ کوئی ایک مثال بھی پیش
نہیں کی جا سکتی یعنی گناہ کرتے کرتے جب کسی
شخص کے گناہ بے حساب ہو گیا تو اس نے
مذہب چھوڑ کر ایک نیا راستہ اختیار کر لیا۔
اسی طرح سے جو مرزائی بنتا ہے یا جو منکر حدیث
بنتا ہے ایک مسلسل نافرمانی کی پوری کہانی ہوتی
ہے اور یہ ہے بدپرہیزی اور عدم اطاعت کا نتیجہ
جس سے ایمان کی موت واقع ہو جاتی ہے جب
ایمان مر جاتا ہے تو انسان مسلمان نہیں رہتا کسی
اور مذہب میں داخل ہو جاتا ہے تو جب ایمان ہی

اتنے خشک ہو گئے ہیں۔ اور جو کچھ باقی ہیں
وہ اتنے کمزور ہو چکے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھیں
نماز کا وقت ہے تو یہ ایمان کی قوت ہے نا جو آپ
کو گھروں سے اٹھا کر مسجد کی طرف لائی اور کسی
شخص کے ایمان میں اتنی سی جان بھی نہیں ہے
کہ وہ اسے پکڑ کر نماز کے لئے کھڑا کر دے وہ ایمان
سخت کمزور ہے بیمار ہے کسی بھی وقت مر سکتا ہے جس
ایمان میں اتنی بھی قوت نہیں ہے جو حرام لقمے سے
روک دے۔ آدمی حرام منہ میں لے جائے اور ایمان
میں اتنی طاقت بھی نہ ہو کہ یہ مت کھاؤ میں مر جاؤں گا
جو مریض بات کرنے سے بھی رہ جائے وہ کتنے دن زندہ
رہے گا۔ یعنی اس کا ایمان اتنا بیمار اور کمزور ہے کہ اس میں
تمیز نہیں کر سکتا کہ یہ مت کھاؤ اس سے میں مر جاؤں گا تو میرے
بھائی صرف بدن کی زندگی تو حیوان بھی بسر کرتے ہیں
یہ ہمارے سامنے جو آوارہ کتے پھر رہے ہیں ان کا
جسم زندہ نہیں یہ بھی میرے اور آپ کے دروازوں
سے ہوٹلوں سے دکانوں سے پھر کر چھوٹا
موٹا کھا کر زندگی گزار رہے ہیں اگر انسان
نے بھی دربدر پھر کر روزی حاصل کی اور روٹی کھا
کر صرف زندہ رہا تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا انسان
کی زندگی ایمان کی زندگی کے ساتھ اور مسلمان کی زندگی
ایمان کی زندگی کا نام ہے اگر ایمان زندہ نہ رہا
تو اس ایمان کے مرنے سے مسلمان کا پہلے مر جانا کروڑ درجہ

باقی ص ۱۹ پر

انوکھا مسافر

مندرجہ ذیل واقعہ سیارہ ڈائجسٹ کے "قرآن نمبر" میں چھپا تھا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ حاجی میاں قمر الدین، رئیس اعظم و ذیلدار اچھرہ (لاہور) کا چشم دید واقعہ ہے یہ واقعہ قرآن کی ایک اصولی تعلیم، پابندیٔ اکلِ حلال اور حرام سے اجتناب کی شاندار مثال پیش کرتا ہے جس نے ماحول کو روشن کردیا۔ قارئین المرشد کی خدمت میں سیارہ ڈائجسٹ کے شکریہ کے ساتھ پیش ہے (سید علی شاہ)

اچھرہ، لاہور کے قریب ایک اسلامی قصبہ ہے کئی سال گذرے[1] اس قصبہ کی جامع مسجد میں نماز مغرب پڑھی جارہی تھی کہ ایک نہایت ہی دُبلا پتلا مسافر آیا اور شاملِ نماز ہوگیا۔ اگرچہ یہ مسافر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا، تاہم اس کی صورت باوقار تھی، نماز پڑھی گئی اور نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے تھوڑے عرصہ بعد ایک مقامی مسلمان کھانا لے کر داخل مسجد ہوا اور اس نووارد سے کہا " آپ بھوکے ہوں گے، میں کھانا لایا ہوں براہ کرم تناول فرمالیں۔" "آپ کی بڑی عنایت ہے" مسافر نے جواب دیا۔ "لیکن معاف فرمایئے مجھے کچھ پرہیز ہے۔" حضرت آپ کچھ فکر نہ کیجئے۔ یہ سادہ سی روٹی ہے، مرچ کم ہے اور گھی بھی بازاری نہیں ہے" مقامی مسلمان نے جواب دیا۔

"بھائی میرا مطلب نہیں ہے" مسافر نے کہا۔

"پھر کیا مطلب ہے"؟ مقامی مسلمان نے پوچھا مسافر چپ ہوگیا اور مقامی مسلمان اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند منٹ بعد مسافر نے زبان کھولی اور کہا " امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گے مجھے آپ سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ کھانا لے کر آگئے تو مجبوراً مجھے عرض کرنا ضروری ہوگیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں طعامِ حلال، نماز پنجگانہ ہی کی طرح

[1] انگریزوں کے وقت کی بات ہے

فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کا لقمہ حلال نہ ہو تو اللہ کی بارگاہ میں اس کے نہ فرض قبول ہوتے ہیں اور نہ نفل چونکہ اس انگریزی راج میں حلال و حرام کی تمیز اُٹھ چکی ہے، اس واسطے میں جب تک پوری طرح جان پہچان نہیں کر لیتا میں کسی بھائی کو بھی کبھی کھانے کی تکلیف نہیں دیتا"

"حضرت! آپ نے یہ کیا فرمایا" مقامی مسلمان نے کہنا شروع کیا "معاذ اللہ میں حرام خور نہیں ہوں۔ یہ چوری کا مال نہیں ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے میں یہاں منڈی میں آڑھتی ہوں اور بیوپار کر کے اپنی روزی کماتا ہوں، آپ اس کا وہم نہ کیجئے" "تو پھر آپ کی تجارت کے کسی مرحلہ میں سود کا لینا دینا نہیں ہوتا" مسافر نے پوچھا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، کئی مواقع پر ہم کو منڈی سے قرض لینا پڑتا ہے اور مقررہ شرح پر سود بھی دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح تجارتی مال کے ہیر پھیر میں دوسرے تاجروں سے بھی ہم سود وصول کر لیتے ہیں" مقامی مسلمان نے جواب دیا۔

"تو بہت اچھا، میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہوئی، احکام قرآن کے مطابق وہ تجارتی منافع جس میں سود کی آمیزش ہو، حلال نہیں کہلا سکتا۔ ممکن ہے کہ آپ تجارتی رسوم یا حکومتی اصرار کے ماتحت مجبور ہوں، لیکن میں مجبور نہیں ہوں بیشک آپ کو تکلیف ہوتی اور آپ کی دل شکنی بھی ہوئی ہو گی مگر آپ کے اسلامی اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس کے لئے مجھے معاف فرمائیں گے"

اس کے بعد مسافر نے مقامی مسلمان سے رُخ پھیر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا۔ اور یادِ خدا میں مشغول ہو گیا مقامی مسلمان اس آخری جواب سے سخت مضطرب اور پریشان ہوا۔ اس نے نہایت ندامت سے برتن اٹھائے اور سر جھکا کر واپس چلا آیا اور برتن گھر پہنچا کر ہمسایہ کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ مسجد میں ایک بزرگ مسافر آئے ہیں آپ اپنے ہاں سے کھانا لے جائیں اور کھلا آئیں۔ یہ ہمسایہ مقامی ہسپتال میں ڈاکٹری کا کام کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کھانا اٹھایا اور مسجد میں جا پہنچے، مسافر نے نہایت نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے تعارف اور جان پہچان کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب ذرا باتونی بزرگ تھے انہوں نے کہانی سنانا شروع کی اور کہا "حضرت مجھ پر بڑا اللہ کا فضل ہے، میری ایک سو روپیہ تنخواہ ہے دو چار روپے ہر روز اوپر سے بھی آ جاتے ہیں۔

بڑا لڑکا کچہری میں ملازم ہے وہ ۷۵ روپے تنخواہ پاتا ہے اور دو چار روپے روزانہ وہ بھی لے آتا ہے، زمین بھی ہے جس سے سال کا غلہ آ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کی کہانی ختم ہوئی تو مسافر نے انہیں نہایت ہی محبت اور شیرینی سے سمجھایا کہ اسلام مقدس کی رُو سے رشوت ستانی کس قدر بڑا جرم ہے۔ اور آخر میں اپنی معذوری ظاہر کر کے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ مسافر کی گفتگو اس قدر سنجیدہ اور باوقار تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کے سامنے اپنی گردن خم کر دی اور بڑی ندامت کے ساتھ کھانا اٹھا کر گھر واپس چل دیئے یہاں تاجر صاحب پہلے ہی ان کے منتظر تھے یہ دونوں نہایت ہی درد و ندامت کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنا رہے تھے کہ دو چار اور نیک دل مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے بھی یہ دونوں کہانیاں سنیں اور آناً فاناً یہ بات محلے میں عام ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب اور تاجر صاحب نے مل کر غور کیا کہ اب کسی زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوانا چاہیے تاکہ اس پر سود یا رشوت کا الزام نہ آسکے۔ چنانچہ اسی وقت ایک زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوایا گیا۔ مسافر نے ان سے پوچھا "آپ کے پاس کوئی گروی زمین تو نہیں ہے"؟ جب زمیندار نے اس کا اقرار کیا تو مسافر نے انہیں پھیر دیا اور کہا کہ جو شخص مسلمان ہو کر زمین گروی رکھتا ہے اس کی کمائی حرام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ایک عالم صاحب کو بھیجا گیا۔ ان میں نقص پایا گیا کہ انہوں نے اپنی بہنوں اور لڑکیوں کو حکم شریعت کے مطابق جائداد میں سے حصہ نہیں دیا تھا۔ اس واسطے مسافر نے ان کا کھانا بھی رد کر دیا اور فرمایا کہ آپ بہنوں اور لڑکیوں کے حصۂ شرعی کے غاصب ہیں اور آپ کے ہر لقمے میں آدھے سے کم حرام شامل نہیں ہے، نماز مغرب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رات کے دو بج گئے، متعدد مسلمان کھانا لے کر گئے۔ مگر مسجد سے شرمندہ و نگوں سار ہو کر واپس آئے۔

مسافر کُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا کی قرآنی کسوٹی لئے مسجد میں بیٹھا تھا اور ہر ایک مسلمان کو جو کھانا لے کر جاتا تھا اس قرآنی کسوٹی پر پرکھتا تھا اور شرمندہ کر کے باہر نکال دیتا تھا، تمام آبادی میں شور برپا ہو گیا۔ جا بجا یہی چرچا شروع تھا، مسلمانوں کو بھوک اور نیند بھول گئی۔ گھروں میں بازاروں میں گلی کوچوں میں جہاں کہیں چار آدمی بیٹھے تھے یہی گفتگو اور ذکر شروع تھا۔ جب کسی جگہ ایک مسلمان دوسرے کو کہتا تھا کہ تم کھانا لے جاؤ تو وہ اسی وقت کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ میں راشی ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں سود خوار ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں کم تولتا ہوں، کوئی کہتا تھا کہ میں نے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا کوئی کہتا تھا کہ میرے لڑکوں کی آمدنی میں حرام شامل ہے۔ مختصر یہ کہ دلوں کے عیوب آج زبانوں پر آگئے تھے اور ان کا برملا اعلان ہو رہا تھا۔ اگرچہ اچھرہ

میں ہزار ہا مسلمان آباد تھے۔ مگر ایک شخص بھی اکلِ حلال کا مدعی بن کر سامنے نہیں آتا تھا۔ بزرگان نقشہ کی گردنیں خم تھیں۔ جیسا کہ مسلمان زمین میں غرق ہوئے جاتے تھے۔ کہ آج ہزار ہا مسلمانوں میں ایک شخص بھی نہیں ملتا جو ایک ایسے مہمان کو جو اکلِ حلال کا طالب تھا۔ ایک ہی وقت کا کھانا کھلا سکے رات کے دس بج گئے۔ مگر کسی کے گھر سے کھانا نہ گیا۔ اب سوال یہ درپیش تھا۔ کیا یہ مسافر اچھرہ سے بھوکا چلا جائے گا کیا رسول ﷺ کے اُمتی، حرام کھانے پر مصر رہیں گے؟ جوں جوں وقت گذرتا گیا دلوں کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے۔

آخر مجمع میں اُمید کی کرن جلوہ گر ہوئی ایک شخص نے کہا۔ میں ابھی لڑکیوں کا حصہ دیتا ہوں اور اس نے دیدیا۔ دوسرے نے کہا میں گروی زمین چھوڑتا ہوں۔ اور اس نے چھوڑ دی تیسرے نے کہا میں آج کے بعد کبھی سود نہ لوں گا۔ اور اُس نے سود کا کاروبار ترک کر دیا۔ مختصر یہ کہ آن کی آن میں اچھرہ کے بے شمار مسلمانوں پر توبہ استغفار کے دروازے کھل گئے۔ کسی نے رشوت چھوڑ دی کسی نے جھوٹی گواہی کا پیشہ چھوڑ دیا۔ کسی نے راگ رنگ سے توبہ کرلی۔ کسی نے یتیموں کا غصب شدہ مال واپس کر دیا۔ اس کے بعد تا ہکیں کی جماعت کھانا لے کر مسافر کے پاس آئی اور اسے بتایا گیا کہ

کہ اچھرہ کے بے شمار مسلمان اب اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں۔ انھوں نے اپنی غلطیوں کو محسوس کر لیا ہے اور اب عملی اصلاح اور توبہ کے بعد آپ کے پاس آئے ہیں اور یہ کھانا پیش کرتے ہیں، مسافر نے جب یہ واردات سُنی تو سجدے میں گر گئے اس کے بعد دسترخوان بچھا، کھانا چُنا گیا جس میں سے مسافر نے چند لقمے کھائے اور اس کے بعد لوگوں کو رخصت کر دیا۔

صبح کے وقت اچھرہ کے بیشمار مسلمان جوق در جوق مسجد میں آئے تاکہ اس باخدا انسان کی زیارت کریں جس کے زہد و تقویٰ نے اپنے صرف ایک ہی عمل سے اچھرہ کے بیشتر مسلمانوں کو صحیح معنوں میں سچا مسلمان بنا دیا تھا۔ مگر وہ حیرت زدہ ہوگئے جب انہیں بتایا گیا کہ مسافر تہجد کے بعد مسجد سے نکلا تھا اور پھر واپس نہیں آیا۔

یہ ایک واقعہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کس طرح خلق خدا کی اصلاح کیا کرتے ہیں۔ مسافر نے کوئی وعظ نہیں کیا، کوئی چلہ نہیں کیا، کوئی کتاب نہیں چھاپی، کوئی درس و تدریس کا نصاب نہیں بنایا۔ وہ مغرب سے تہجد تک چند گھنٹے اچھرہ کی جامع مسجد میں ٹھہرا مگر جب وہاں سے نکلا تو صدہا مسلمانوں کی اصلاح ہو چکی تھی بے شمار یتیموں کو اپنا حق مل چکا تھا بے شمار لڑکیوں کو اپنا شرعی حصہ مل چکا تھا۔ بہت سے مقروضوں

نے اپنا قرضہ وصول کر لیا تھا۔ بہت سے رشوت خور رشوت ستانی سے باز آچکے تھے، بہت سے شرابی شراب خوری سے منہ موڑ چکے تھے، بہت سے جواری جوا چھوڑ چکے تھے یہ سب کے سب لوگ قریباً وہ تھے جن پہ صدہا مرتبہ قرآن پڑھا گیا۔ جنھیں بیسیوں مرتبہ وعظ سنائے گئے اور جن سے متعدد مرتبہ پنچائیتوں نے جمع ہو ہو کر اہلِ حق کے لئے حق کا مطالبہ کیا۔ مگر وہ ظلم و ستم سے باز نہ آئے۔ مگر اب وہ ایک ہی رات میں اس طرح از خود گناہوں سے تائب ہو گئے کہ گویا انہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا پھر لطف یہ کہ یہ سارا کام نماز مغرب سے شروع ہوا اور اسی رات گیارہ بجے ختم ہو گیا

ایسے ہی باعمل اور باخدا انسان ہیں جن کی نگاہیں قوموں اور ملکوں کی تقدیریں بدل دیتی ہیں۔ یہ اخلاص اور للہیت اہلِ دل ہی کا حصہ ہے

بقیہ: اسرار التنزیل

بہتر ہے کہ وہ اُسے ساتھ لے کے تو مرے اس ایمان کی تازگی اور بقا اسی ایمان کی دوا اور علاج اس کی کمزوری کا دفیع اور اس کی زندگی کا راز ہے ذکر الٰہی۔

یہاں تک تو بات ہو گئی آج آئندہ جمعہ میں انشاء اللہ میں یہ کوشش کروں گا کہ آپ کو سمجھا سکوں کہ جس ذکر کے لئے قرآن

نے آٹھ سو چار بار کم و بیش حکم دیا ہے
وہ ذکر کیا ہے
کیوں ضروری ہے۔ اور اس سے حاصل کیا ہوتا ہے
اور کرنے کا طریقہ کیا ہے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

انسان کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ قبر کا عذاب کیا ہے۔ تو وہ دنیا میں ہوس پرستی کے قریب بھی نہ جائے

تصوف پر ایک اعتراض

سید علی شاہ

منکرینِ تصوف کے اعتراض میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ تصوف تعطل اور بے عملی کی طرف لے جاتا ہے اور زندگی کے حقائق سے فرار کا دوسرا نام ہے۔ یہ زندگی کے مسائل کا مردانہ وار مقابلہ (FACE) کرنے کی بجائے ان سے آنکھیں چرانا سکھاتا ہے، دوسرے لفظوں میں یہ ترکِ دنیا کی تعلیم دیتا ہے۔

اس اعتراض پر ذرا سا غور کرنے سے معترضین کی ذہنیت کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

ا۔ یہ لوگ جان بوجھ کر اسلامی تصوف کو رہبانیت اور ویدانت کے ساتھ منتھی کر کے اصل حقیقت کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں نظریات کا آپس میں کوئی واسطہ نہیں۔

ب۔ تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے تاریخی حقائق سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

ج۔ ناپختہ کار صوفیاء کے حالات دیکھ کر اور پڑھ کر یہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ تصوف بے عملی اور تساہل کو جنم دیتا ہے اور اکابر صوفیا کے کارناموں کو بالکل پی جاتے ہیں۔

د۔ لہٰذا یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ اعتراض محض بدنیتی اور کج فہمی پر مبنی ہے اور علمی بددیانتی کی انتہا ہے یا پھر یہ لوگ اس قدر جاہل اور بے علم ہیں کہ اسلامی تصوف کی تعریف اور تاریخ دونوں سے ناواقف اور نابلد ہیں جو ایک امرِ محال ہے۔

اگر اس امتِ مرحومہ کی تاریخ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے اندر جب کبھی کوئی علمی اور عملی فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تو وہی لوگ سد پر

کفن باندھ کر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آئے جن کا باطن نورِ ایمان سے منور تھا۔ اور جن کو اصطلاحی طور پر ہم صوفی یا اہل اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

خلقِ قرآن کا علمی اور اعتقادی فتنہ ہو، تاتاریوں کی عملی یورش و یلغار ہو، ایمان سے تباؤ کس نے ان طوفانوں کا منہ موڑا۔ امام احمد بن حنبل رح اور امام ابن تیمیہ رح علوم ظاہریہ کے تبحر و عبقریت کے ساتھ ساتھ کس پایہ کے اہل باطن تھے۔

اپنی ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ یہاں مسلمانوں کے دور کا آغاز ہی صوفیائے کرام کی ذات سے ہوا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کے اخلاص اور پاک نفس کے طفیل ہندوستان کے ہزاروں اور لاکھوں ہندو اُن کے فیضِ صحبت سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رح کا مقامِ تصوف محتاجِ بیان نہیں۔ اگر آپ کی ذاتِ بابرکات نہ ہوتی تو غالباً آج ہم خدا تعالیٰ کے دینِ اسلام کی بجائے اکبر کے دینِ الٰہی کے پیرو ہوتے۔

آپ کے نامور خلیفہ اور صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رح کے ہاتھ نو لاکھ انسانوں نے بیعت و توبہ کی۔

دعوت و ارشاد کی ان سرگرمیوں کے علاوہ حضرات صوفیہ رح جان بازی و جاں سپاری میں کبھی کسی سے پیچھے نہ رہے اور جانفروشی کے ہر موقع پر نہ صرف شریک ہوئے بلکہ لشکرِ اسلام کا ہراول دستہ اور صفِ اول کے مجاہدین اور قائدین نظر آتے تھے۔ زیادہ دُور جانے کی ضرورت نہیں بالکل ماضی قریب پر نظر ڈالیے۔ امیر عبد القادر الجزائری (مجاہد جزائر) محمد احمد السوڈانی (مہدی سوڈانی) سید احمد شریف السنوسی (امام سنوسی رح) اور سید احمد بریلوی (سید شہید) کو اسی میدان کا مرد پائیں گے۔

دارالعلوم دیوبند کی مختلف النوع درخشاں ملی خدمات سے کون انکار کر سکتا ہے کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ اس کے تمام اکابرین تصوف کی رُوح سے سرشار اور اس کی قوت و حرارت سے سرگرم عمل رہتے تھے۔ کوئی پوچھے ان عقل کے اندھوں سے کہ کیا اب بھی تصوف کو تعطل اور بے عملی کا طعنہ دینا کسی درجے میں بھی صحیح ہو سکتا ہے۔

خدا کرے ان کور چشموں کو کوئی "دارالعرفان" کا راستہ بتا دے تاکہ وہ صحیح مقام اسلامی تصوف کے نمونے اپنی آنکھوں سے بذاتِ خود مشاہدہ کر سکیں۔ اور وہ آپ لقائے تو جواب ہر سوال"

کا عملی تجربہ کر سکیں۔ پھر ان کو پتہ چلے کہ تصوف سراپا عمل ہے یا بے عملی اصل خرابی تو ان دوکانداروں کی پیدا کردہ ہے۔ جن کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ "زاغوں کی تصرف میں عقابوں کے نشیمن " آپ کو ان آستانوں پر سب کچھ ملے گا سوائے حقیقی تصوف کے۔

اگر کوئی حقائق سے آنکھیں بند کرے یا تعصّب کی عینک لگا کر دیکھے تو الگ بات ہے ورنہ انسانی عمل کو جو اخلاص، للہیت اور جذبۂ محرکہ (INCENTIVE) تصوف عطا کرتا ہے کسی اور طریقے سے حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

ہاں اگر جلسے جلوس، ہنگامہ آرائی اور فساد کا نام عمل ہے تو پھر یہ واقعی صوفیہ کے ہاں نہیں ملے گا۔

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گذر بادہ و جام سے گذر

ضروری اطلاع

آپ کے ہاتھ میں یہ اس سال کا تیسرا شمارہ ہے۔ اگر آپ نے نئے سال کی چندہ مبلغ ۔/۴۵ روپے ابھی تک ارسال نہیں فرمایا تو براہ کرم آج ہی ارسال فرمائیں

ورنہ اگلا شمارہ بذریعہ وی، پی ارسال کیا جائیگا اور آپ کو تین روپے زائد ادا کرنے پڑیں گے، خدانخواستہ اگر آپ نے المرشد کی خریداری کا ارادہ ترک کر دیا ہو تو اس صورت میں بھی آج ہی اطلاع دیجیے تاکہ ہم آپ کے لئے ذہنی کوفت کا سبب نہ بنیں۔

مدیر

مجالسِ علم و عرفان

گذشتہ سے پیوستہ

از الحاج شیخ محمد حبیب الرحمان ایس، پی (ریٹائرڈ) لاہور

اعلیٰ حضرت شیخ المکرم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے، مسلمانوں میں جذبہ اسلامی تو ہوتا ہے لیکن کوئی رہنمائی کرنے والا نہیں۔ ان کے ساتھ دھوکہ بازی ہوتی ہے۔

فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کے واسطے سب سے بڑی نفع بخش چیز آخرت میں دیدار الٰہی ہوگا۔ قرب الٰہی کے حصول کی سعادت ایسی سعادت ہے، کہ قیصر روم کے تخت کے طالب اور ملک سکندری کے تخت نشین بھی اس کی حسرت رکھتے تھے، کونسا آدمی ہے جو یہ خواہش نہ رکھتا ہو کہ میں ولی اللہ بن جاؤں لیکن میرے ربّ نے برتن ہی ایسے بنائے ہیں جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا کہ نبوت کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی، باطنی پہلو ہمیشہ جاری رہے گا نبوت کا ظاہری پہلو ختم ہو گیا، وحی کا تعلق باطنی حصّہ سے ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بدستور جاری رہے گا۔

فرمایا کہ حدیث کسے کہتے ہیں؟ حدیث کہتے ہیں اُسے جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی نسبت کردی جائے مثلاً قول رسولؐ، فعل رسولؐ، تقریر رسول، ارادہ رسولؐ وغیرہ۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ ایک روایت ہے اور ایک ہے درایت، روایت اسے کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا

درایت کہتے ہیں اُسے جس میں راوی اور مروی کی شناخت کی جائے یعنی راوی صحیح ہے ضعیف ہے، غلط ہے، متواتر ہے حسن ہے، غریب ہے یا حدیث منقطع کرتا ہے وغیرہ۔ روایت میں ہم محدثین کے مکلف ہیں جیسے بخاری، مسلم، ابوداؤد وغیرہ۔ لیکن درایت میں ہم امام ابوحنیفہ رح امام شافعی رح، امام حنبل رح اور امام مالک رح کے مکلف ہیں

ہم نے دیکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح بہت بڑے عالم و فاضل تھے، راوی کو سمجھنے والے قرآن کریم کو سمجھنے والے، احادیث کو سمجھنے والے سچے صادق اور ثقہ ہیں۔ اس لئے ہم درائیت میں امام اعظم رح کے مکلف ہیں۔

فرمایا کہ ہر راوی پر جرح اور بحث کی جاتی ہے کہ راوی کیسا ہے۔ لیکن جب صحابی کی ذات کا معاملہ آجاتا ہے تو زبان گونگی ہو جاتی ہے صحابی سارے کے سارے عادل ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ صحابی کی محبت بھی دین اسلام ہے۔ صحابہ رض کا اپنا قول دوسرے صحابی کے لئے حجت نہیں۔ لیکن ہمارے لئے واجب اتباع ہے اگر صحابی کو گرا دیا جائے تو معاذ اللہ دین ختم ہو جائے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو لسان نبوت فرمایا ہے تو ظاہر ہے کہ حضور ؐ کی زبان پر غلط اور جھوٹ صادر نہیں ہو سکتا نہ جاری ہو سکتا ہے صحابہ رض دین کے متعلق غلط بات نہیں کہہ سکتے یہ ہدایت کے نجوم اور ستارے ہیں۔

فرعون پر بات نکلی تو حضرت شیخ المشائخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر فرعون کا بس چلتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہی نہ ہونے دیتا امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ فرعون نے اسی ہزار لڑکوں کا قتل کرا دیا تھا محض اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں پیدا نہ ہو جائیں کیونکہ اسے بتایا گیا تھا کہ ان کی حکومت کو زوال ان کے ہاتھ سے آئے گا لیکن خدا نے کہا کہ میں ضرور پیدا کروں گا اور اسی سال پیدا کروں گا جس سال تو بچوں کو قتل کراتا ہے اور اسی کے گھر میں پرورش کراؤں گا اور وہیں بڑا کروں گا اور وہ وہیں جوان ہو کر تیری گردن توڑے گا، چنانچہ فرعونیوں نے اس بچہ کو دریا سے اٹھایا لیکن فرعون کو یہ شعور ہی نہ تھا کہ یہ وہی بچہ ہے جو اس کی سلطنت کے زوال کا باعث بنے گا اور یہ وہی بچہ ہے جس کے پیدا نہ ہونے دینے کی خاطر اسی ہزار بچوں کو قتل کرا دیا گیا تھا

میرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے ؎
ہر کسے را بہر کارے ساختند

حضرت شیخ المکرم ؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام صوم وصال رکھتے تھے صحابہ کرام رض نے بھی ایسے روزے رکھنے کی کوشش کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ پھر تو یہ روزہ نہ ہوا۔ تو حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت کی غذا ہے اور افطار دنیا کی غذا سے ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ میری بھی غذا حسی نہ ہو۔

مسئلہ حیات النبی ؐ کا ذکر ہوا تو حضرت

شیخ المشائخ نے فرمایا کہ شہید مرتے نہیں بلکہ رزق دیئے جاتے ہیں اور نشو و نما بھی ہوتی ہے لیکن میں نے اپنی تصنیف "حیات النبی" میں لکھا ہے کہ بغیر رزق کھائے بھی زندہ رہتے ہیں اور نشوونما بھی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ماں کے پیٹ میں دیکھ لو قرآن کریم میں ہے کہ ہم نے انسان کو خلاصہ مٹی سے بنایا۔ پھر اس کا نطفہ ماں کے رحم میں رکھا پھر اس کا ڈھانچہ بنا دیا پھر ہڈیاں بنائیں اور پھر ان پر گوشت چڑھا دیا۔ لیکن یہ سب کچھ روح کے بغیر ہی ہو رہا ہے۔ نہ بچہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے لیکن پرورش پا رہا ہے ماں کے رحم میں جب روح آ جاتی ہے تو پھر بچہ کھاتا پیتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا کہ ان کی شہرت تھی کہ پندرہ دن کا روزہ رکھتے تھے اور شام کے وقت خشک روٹی سامنے ہوتی تھی۔ کوئی سالن وغیرہ نہ ہوتا تھا۔ جب بادشاہ نے انہیں قید میں ڈال دیا تو انہیں حوالات میں روزانہ ایک خشک روٹی دی جاتی تھی اور پانی قطعاً نہ دیا جاتا۔ پندرہ دن کے بعد بزرگ کو دیکھا تو وہ کھڑے نفل پڑھ رہے تھے بادشاہ کے دریافت کرنے پر کہا کہ روزہ رکھنا میری عادت بن چکا ہے۔ اگر روزہ نہ رکھوں تو میں کمزور ہو جاؤں روزہ نے مجھے طاقت دی ہے۔

کسی نے سوال کیا کہ کیا جنت میں کھایا پیا جائیگا پھر وہاں پاخانہ پیشاب کیوں نہ ہوگا۔؟

ارشاد فرمایا کہ بچہ ماں کے پیٹ میں کھاتا پیتا ہے لیکن پاخانہ پیشاب کوئی نہیں ہوتا۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ جنت میں ایک درخت سے پانچ نہریں نکلنے کا ذکر آیا ہے یعنی دودھ شہد، شربت اور پانی وغیرہ کی، کیا ایسا ممکن ہے!

فرمایا کہ ہاں ممکن ہے، انسان کو دیکھ لو۔ اس کا سر ایک تنا ہے اس میں سے نہریں الگ الگ نکل رہی ہیں آنکھ کا پانی الگ ہے ناک کا پانی الگ ہے۔ منہ اور کان کا الگ ہے۔

اپنے علاقہ کے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ ہم اس شہر میں آ ایسے ہیں جہاں کے لوگ بدترین ہیں کئی بار ساتھی زور دیتے رہے کہ یہ علاقہ چھوڑ دیں۔ میں نے بھی کئی بار ارادہ کیا کہ یہ علاقہ چھوڑ دوں لیکن پھر سوچا کہ میں زمیندار آدمی ہوں اب اور کہاں جانا ہے چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا کہ میں یہاں ہی رہوں گا۔ پھر مشائخ کرام نے بھی یہ علاقہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔ کوئی خاص وجہ ہوگی۔ بہرحال یہاں کے لوگوں کو منانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ یہ لوگ ایسے ہی نہیں مان گئے، انہیں منایا ہے تو ڈنڈے سے منایا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کو کسی کام کے لئے منتخب فرماتا ہے تو

اس کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔

س:۔ آپ کسی مجلس میں عجیب عجیب واقعات بیان فرماتے ۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ "الف ب" نہ جانتے تھے لیکن جب قرآن کریم کا کوئی مسئلہ ان کے سامنے رکھا جاتا تو مسئلہ اس طرح بیان فرماتے جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

فرمایا کہ چند اشخاص صبح کے وقت غسل کرنے دریا پہ گئے ۔ گرمی کا موسم تھا ۔ غوطے لگاتے رہے باقی تو سب نکل آئے ایک آدمی واپس نہیں نکلا کافی تلاش کی ۔ اندیشہ ہؤا کہ شاید غرق ہو گیا ۔ تین چار گھنٹے اسی تلاش میں گزر گئے کہ اچانک اس آدمی نے دریا میں وہیں سے سر نکالا جہاں وہ سب نہا رہے تھے اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ تم لوگ ابھی تک یہاں بیٹھے ہو ؟ ساتھیوں نے کہا تمہاری تلاش میں بیٹھے ہوئے ہیں تم کہاں چلے گئے تھے وہ کہنے لگا کہ میں تو مصر چلا گیا تھا ساتھی کہنے لگے کہ مصر کس طرح چلے گئے یہاں صبح غوطہ لگایا تھا اور کپڑے بھی تمہارے یہاں ہی پڑے رہے ۔ اور مصر کیا کرنے گئے تھے ؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے مصر میں شادی کی ہے ۔ میرے چار بچے بھی ہیں بارہ سال کے بعد واپس آیا ہوں ۔ بالآخر یہ مسئلہ علماء کے سامنے رکھا گیا ۔ علماء نے لکھ دیا کہ یہ آدمی جھوٹ بولتا ہے پھر ایک عالم نے کہا کہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ یہ کہا گیا ہے ۔ ممکن ہے کہ کرامت اور خرق عادت کے طور پر ایسا واقعہ پیش آیا ہو ، چنانچہ وہ شخص انہیں مصر لے گیا ۔ متعلقہ محلہ میں پہنچے تو محلہ والوں نے دریافت کرنے پہ بتایا کہ ہم اس شخص کو جانتے ہیں یہ بارہ سال یہاں رہا ہے ۔ اس محلہ میں اس نے شادی کی ہے اور اس کے بچے بھی ہیں وہ سب حیران رہ گئے ۔ تو وہ اس گھر کی طرف چلے تو اس کے بچے دوڑتے ہوئے آئے اور ماں سے کہنے لگے کہ ابا آگیا ۔ استاد مکرم فرماتے ہیں کہ مجھے تردد تھا ۔ مگر بخاری کی شرح فیض الباری میں یہ واقعہ لکھا دیکھا کہ کرامت کے طور پر ایسا ممکن ہو سکتا ہے اس وقت میرے دل کو تسلی ہوئی ۔

ایک اور عجیب واقعہ کا ذکر فرمایا ۔ کسی شخص نے کہا کہ میں اگر ایک ایسا کام نہ کروں جو دنیا میں کسی نے نہ کیا ہو تو میں بیوی کو تین طلاق دے دوں گا پھر ہر عالم کے پاس گیا ، آخر پشیمان ہو گیا ۔ ہر عالم نے یہی فتویٰ دیا کہ تیرا نکاح ختم ہو گیا ، طلاق ہو گئی آخر کار وہ شخص حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہؤا آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ مکہ مکرمہ چلے جاؤ اور وہاں اس وقت طواف کرنا جب کوئی آدمی طواف نہ کر رہا ہو تو یہ فعل ہے کہ جو دنیا میں کوئی نہ کر رہا ہوگا ۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ طلاق نہیں ہوئی ۔

ایک مجلس میں اعلیٰ حضرت شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قطب مدار بہت بڑی ہستی ہوتا ہے چار قطب ہوتے ہیں، ان کے ذمے ڈیوٹیاں لگی ہوتی ہیں، کام اللہ تعالےٰ خود کرتے ہیں مگر ذمہ قطب کے لگتا ہے قطب مدار ہمیشہ غوث کے ساتھ ہوتا ہے، غوث اس لئے ہوتا ہے کہ امت محمدیہ پہ عذاب آئے تکالیف آئیں۔ غوث دعا کرے تو اللہ تعالےٰ ان پر مہربانی فرما دیتا ہے، غوث ترقی کر کے قیوم اور پھر افراد بنتا ہے، افراد ترقی کر کے قطب وحدت بنتا ہے اور پھر صدیق بن جاتے ہیں اور پھر ایک اور مقام عبدیت ہے صدیق امت میں بہت کم ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صدیقیت اور مقام عبدیت دونوں حاصل ہیں۔

پھر فرمایا میرا اور امام ربانی مجدد الف ثانی رح کا مسلک یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں مگر ان کی روح وجود کا کام کرتی ہے انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ حضرت خضرؑ کا اپنا قول بھی یہی ہے کہ میری روح ایسا کام کرتی ہے جیسے بدن کام کرتا ہے۔ فرمایا کہ حضرت خضرؑ ہمیشہ قطب مدار کی امداد کو آتے ہیں حضرت خضرؑ کی روح دنیا کا ستون ہے۔ یہ مشاہدہ کی چیز ہے۔ اس لئے بار بار تجربہ ہوتا ہے لہذا یہ یقینیات میں داخل ہے ورنہ جس وقت حضرت خضرؑ نے کشتی توڑ دی تھی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کا ہاتھ پکڑ لیتے کہ آپ ہمیں غرق کرتے ہیں۔

فرمایا کہ شیخ پر اعتراض مانع فیض ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ پہ اعتراض کر دیا حالانکہ علم سیکھنے گئے تھے، صبر نہیں کر سکے، لہذا علیحدہ ہونا پڑا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت خضرؑ نے تمام کام اللہ تعالےٰ کے حکم سے کئے تھے۔ انہوں نے تینوں کام کرنے کی مصلحتیں بھی بتا دیں۔

فرمایا کہ اگر مجھے پتہ لگے کہ حضرت خضرؑ کہیں آئے ہوئے ہیں تو میں ان کی زیارت کے واسطے ضرور جاؤں گا۔ لیکن فیض حاصل کرنے کے لئے ہرگز ان کے پاس نہ جاؤں گا کیونکہ اگر ایسا کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل نہ ہو سکا۔ حضرت خضرؑ کے پاس چلا گیا ہے۔

استاد المکرم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تمام کمالات میرے آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوتیوں کی خاک سے ملتے ہیں۔ خواہ ابدال ہو، قطب ہو، کوئی ہو۔ یہ تو بے دین پیروں نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ طریقت اور شے ہے اور شریعت اور شے ہے

(باقی باقی)

قرآن کا پیغام

از
حضرت مفتی
محمد شفیع رح

- مجھے جشنوں اور جوبلیوں کی رسمی نمائشوں سے بچاؤ۔ یہ میرے مزاج کے خلاف ہے، میری یہ آیت پڑھو
مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ط (صٓ ۸۶)
ترجمہ: میں تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

- میرے ساتھ وہ معاملہ کرو جو قرآن کے پہلے مخاطب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ نے کیا کہ میرے ایک ایک حرف اور زیر زبر کی حفاظت اپنے سینوں اور دماغوں سے کی، میرے احکام کی تعمیل کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردیا۔ وہ نہ کسی پرانی تعلیم و تہذیب سے مغلوب ہوئے نہ کسی نئے فلسفے اور تہذیب سے مغلوب ہوئے
وہ صرف میرا رنگ لے کر نکلے تو ساری دنیا پر میرا رنگ چڑھا دیا۔
صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (البقرہ ۱۳۸)
ترجمہ: یہ اللہ کا رنگ ہے اور کون ہے جو اللہ کے رنگ سے اچھا رنگ سکے۔

- مجھے سونے کے تاروں، ریشمی غلافوں اور ڈے منانے کی رسمی نمائشوں کی قطعاً ضرورت نہیں۔ میں وہ سینے ڈھونڈتا ہوں جو میری یاد سے منور تھے۔ وہ زبانیں تلاش کرتا ہوں جو میری تلاوت سے حلاوت پاتی تھیں وہ آنکھیں چاہتا ہوں جو میری تلاوت سے پُرنم ہوجایا کرتی تھیں اور اس عزم و ہمت کا جویا ہوں جو میری تعلیمات کے لئے کٹ مرنے والے کو فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم یہ کامیاب ہوگیا) کا خطاب دیا کرتی تھیں۔

- رسمی جشنوں، جوبلیوں، نمائشوں اور آرائشوں کو میری خدمت اور ثواب سمجھنا بڑا مغالطہ ہے جس بزرگ ہستی پر میں نازل ہوا اور جن مقدس لوگوں کے سامنے نازل ہوا وہ میرے مزاج کو پہچانتے تھے انہوں نے نہ کبھی میرا "ڈے" منایا نہ جشن و جوبلی کا دھیان کیا کہ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ
ترجمہ: یہ میرا سیدھا راستہ ہے تم اس کا اتباع کرو اس سے مختلف راستوں کے پیچھے نہ چلو۔ ورنہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے ہٹا دیں گے (الانعام ۱۵۲)
حضرات مفسرینؒ نے فرمایا ہے کہ "صراط مستقیم" سے مراد "طریق سنت" ہے اور مختلف راستے خود ایجاد رسمیں۔

ذکر و فکر

محمد تقی عثمانی

بلاسود بینکاری

حکومت کے تازہ خوش آئند اقدامات

حمد و ستائش اُس ذات کے لیئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اُس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ کے شمارے میں ہم نے وزیر خزانہ جناب غلام اسحٰق خان صاحب کے اس اعلان پر تبصرہ کیا تھا جو انہوں نے سالِ رواں کا بجٹ پیش کرتے ہوئے کیا تھا، کہ جولائی ۱۹۸۵ء تک تمام بنکوں سے سودی لین دین بالکلیہ ختم کر دیا جائے گا، اپنے تبصرے میں ہم نے اس اعلان کے خیر مقدم کے ساتھ ساتھ ان شکوک و شبہات کا بھی ذکر کیا تھا جو عام طور پر ذہنوں میں پائے جاتے ہیں، یعنی یہ کہ سُود کا خاتمہ اگر اُسی طرح عمل میں آیا جس طرح موجودہ پی ایل ایس اکاؤنٹ میں کیا گیا ہے تو یہ محض نام کی تبدیلی ہوگی، ورنہ حقیقۃً سُود کی عملداری پہلے کی طرح جاری رہے گی۔

ہمارا یہ تبصرہ وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کے اُس حصے پر مبنی تھا جو ۱۵ر جون ۱۹۸۴ء کے اخبار "جنگ" میں شائع ہوا تھا۔

لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ "جنگ" کے اس شمارے میں ان کی تقریر پوری شائع نہیں ہوئی اور انہوں نے اپنی تقریر میں سود کے خاتمے سے متعلق اپنی حکمتِ عملی اور منصوبوں کا کافی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا تھا چنانچہ کچھ عرصہ قبل ہم نے وزیر موصوف کی مذکورہ تقریر کا مکمل متن حاصل کیا تو اس بات کی تصدیق ہوگئی اور اس مکمل تقریر کو پڑھنے کے بعد جو نئی معلومات حاصل ہوئیں ان کے بعد اپنا سابقہ تبصرہ نہ صرف ناکافی، بلکہ قابلِ اصلاح و ترمیم معلوم ہوتا ہے، لہٰذا آج کی نشست میں اس موضوع پر دوبارہ اپنی معروضات پیش کرنا مقصود ہے۔

محترم وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں سب سے

پہلی بات جو ہمارے لئے باعثِ صد مسرت اور حکومت کے لئے قابلِ مبارکباد ہے، وہ یہ ہے کہ موجودہ مالی سال سے پی ایل ایس اکاونٹ کی چند واضح ترین خرابیاں جنہوں نے اُسے سود ہی کی دوسری شکل بنا دیا تھا۔ بفضلہ تعالیٰ دُور کر دی گئی ہیں اور محترم وزیر خزانہ نے اپنی اس تقریر میں صریح الفاظ کے ساتھ ان خرابیوں کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ چونکہ اہل علم و فکر نے ان خرابیوں کی نشان دہی کر کے اس طریقِ کار کو شرعی اعتبار سے ناقابلِ قبول قرار دیا تھا۔ اس لئے اب یہ طریق کار تبدیل کیا جا رہا ہے۔

اس اجمال کی وضاحت کے لئے تھوڑی سی تفصیل درکار ہوگی۔

جنوری ۱۹۸۱ء میں جب حکومت نے پہلی بار غیر سودی کاونٹرز کے نام سے ہر بنک میں ایک نیا کھاتہ جاری کیا (جسے عام طور پر پی ایل ایس اکاونٹ یا نفع و نقصان کے شراکتی کھاتے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے)، تو ہم نے اُسی وقت اس کھاتے کے مفصل طریقِ کار کا مطالعہ کر کے یہ رائے ظاہر کی کہ یہ کھاتہ سود ہی کی ایک شکل ہے اور اُسے غیر سودی کھاتہ کہنا درست نہیں۔ یہ رائے مفصل دلائل کے ساتھ البلاغ کے ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ کے شمارے میں شائع ہوئی، ملک کے متعدد اخبارات نے بھی اسے نقل کیا۔ اور حکومت کے اداروں میں بھی اس کی نقول بھجوائی گئیں۔

اپنے اس مضمون میں ہم نے تفصیل کے ساتھ واضح کیا تھا کہ سودی نظام بنکاری کے خاتمے کے بعد اصل متبادل راستہ شرکت و مضاربت یا قرضِ حسن ہے، لیکن بنک کے بعض امور کی انجام دہی میں جہاں شرکت یا مضاربت ممکن نہ ہو وہاں محدود پیمانے پر بعض اور طریقے بھی اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں ایک طریقہ بیع مؤجل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سودی نظام میں جو لوگ کوئی مال خریدنے کے لئے بنک سے سود پر قرض لیتے ہیں بنک ان کو نقد قرضہ دینے کے بجائے مطلوبہ مال خرید کر نفع کے ساتھ فروخت کر دے اور قیمت کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر کر دے۔

اس طریقِ کار کو "بیع مؤجل" اور بنک کو اس بیع کے ذریعے جس تناسب سے نفع ہوگا اس کو مارک اپ کہا جاتا ہے۔ اگر بنک واقعتہً مطلوبہ مال خرید کر قبضے کے بعد اس طرح فروخت کرے اور اس پر نفع کمائے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اب تک پی ایل ایس اکاونٹ میں اسی طریقِ کار کو بُری طرح مسخ کر کے استعمال کیا گیا یعنی اوّل تو بنکوں نے مطلوبہ مال خرید کر اسے بیچنے کی بجائے اپنے گاہکوں کو نقد رقم ہی دیدی اور کہا کہ وہ اس رقم سے مال خود خرید لیں، لیکن قرض پر

کریں کہ مال بینک نے انہیں بیع موجل کے طریقے پر فروخت کیا ہے پھر اس کی قیمت ایک خاص تناسب سے "مارک اپ" لگا کر معینہ وقت پر بنک کو ادا کریں جس کا حاصل یہ ہے کہ بیع کا صرف نام ہی نام ہوتا ورنہ بینک نے درحقیقت رقم ہی کا لین دین کیا ، مطلوبہ مال نہ کبھی بینک کی ملکیت اور اس کے قبضے میں آیا۔ اور نہ اس نے کبھی اپنے گاہک کو مال ادا کیا۔

دوسرے اس معاملہ میں یہ بھی شرط لگا دی گئی تھی کہ اگر گاہک نے معینہ وقت پر قیمت ادا نہ کی تو قیمت میں ایک خاص تناسب سے مزید اضافہ کیا جاتا رہے گا۔ جسے "مارک اپ" کے اوپر دوسرا "مارک اپ" کہا گیا۔

ظاہر ہے کہ اس طریق کار کو صرف نام کی تبدیلی کے ساتھ سود کے سوا اور کیا کہا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

> یہ طریق کار واضح طور پر سود کے سوا اور کیا ہے؟ اگر "انٹرسٹ" کے بجائے نام "مارک اپ" رکھ دیا جائے اور باقی تمام خصوصیات وہی رہیں تو اس سے "غیر سودی نظام" کیسے قائم ہو جائے گا"

(البلاغ ، ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ صفحہ ۹)

اور پھر یہ مطالبہ کیا تھا کہ:

جن مقامات پر مارک اپ کا طریقہ باقی رکھنا ناگزیر ہو ، وہاں اس کی شرعی شرائط پوری کی جائیں یعنی اول تو قیمت کی ادائیگی میں تاخیر پر "مارک اپ" کی شرح میں اضافے کی شرط کو فی الفور ختم کیا جائے کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں دوسرے اس بات کی وضاحت کی جائے کہ "مارک اپ" کی بنیاد پر فروخت کیا جانے والا سامان بینک کے قبضے میں لا کر فروخت کیا جائیگا

(ایضاً صفحہ ۱۳)

۱۴۰۱ھ سے لے کر آج تک نہ جانے کتنے مختلف ذرائع اور مختلف اسالیب اور عنوانات سے ہم حکومت کو "مارک اپ" کے طریق کار کی ان سنگین خامیوں کو دور کرنے کا اعلان کر دیا ہے چنانچہ وہ بجٹ تقریر میں فرماتے ہیں۔

> "مارک اپ" کا جو طریقہ پہلے پی ایل ایس نظام میں شامل تھا اس پر شریعت کے نقطہ نظر سے اعتراضات ہوئے چنانچہ ان اعتراضات کے نتیجے میں آئندہ طریقہ بالکلیہ ختم کر دیا جائیگا۔ اس کے بجائے نادہندگی کی صورت میں مالیاتی ادارہ ایسے سرسری سماعت کے ٹریبونل سے رجوع کر سکے گا جو اس مقصد کے لئے قائم کئے جائیں گے۔

(بجٹ تقریر صفحہ ۲۵، ۲۶)

چنانچہ وزیر خزانہ کے اس اعلان کی تعمیل کے

طور پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے تمام بینکوں کو یہ
ہدایت جاری کردی ہے، پندرہ روزہ اسٹیٹ بینک نیوز
کی یکم جولائی ۱۹۸۴ء کی اشاعت میں غیر سودی تحویل
کے حریفوں کی وضاحت کرتے ہوئے "مارک اپ"
کے طریقے کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے:

"بینک مختلف اشیاء خریدیں گے پھر وہ اشیاء
اپنے گاہکوں کو بیع موجل کے طریقے پر مناسب
مارک اپ کے ساتھ فروخت کریں گے لیکن
نادہندگی کی صورت میں اُس مارک اپ پر کسی
مزید مارک اپ کا اضافہ نہیں ہوگا"
(اسٹیٹ بینک نیوز جلد ۲۳ شمارہ ۱۲ ص ۲)

"مارک اپ" کے طریق کار میں یہ اصلاح ہر لحاظ
سے باعثِ مسرت اور مستقبل کے لئے نہایت خوش آئند
علامت ہے۔

پی ایل ایس اکاؤنٹ میں ایک دوسری اسکیم
"بعد میں مشارکہ" کے نام سے شروع کی گئی اس اسکیم
کا بھی ہم نے ذوق وشوق سے مطالعہ کیا لیکن یہ دیکھ کر
انتہائی دکھ ہوا کہ اس سکیم میں بھی صرف نام ہی مشارکہ
ہے ورنہ سود کی حقیقت یہاں بھی موجود ہے چنانچہ
البلاغ کے رجب ۱۴۰۳ھ کے شمارے میں ہم نے
اس نئی اسکیم پر بھی مفصل تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا
کہ:-

"حقیقت یہ ہے کہ یہ نئی اسکیم بھی سود اور استحصال
کا بدترین شکل ہے جسے اسلام کے نام پر رائج
کرنا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ شرمناک فریب
کے مرادف ہوگا" (البلاغ رجب ۱۴۰۳ھ ص ۵)

اس اسکیم کے تحت بینک کسی کاروباری ادارے
کے کسی میعادی تجارتی پروگرام میں سرمایہ لگا کر اس کا
شریک بنتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں یہ شرط
لگائی گئی ہے کہ اگر اس کاروبار میں نقصان ہوا
پہلے نقصان کی زد کاروباری ادارے کے مد محفوظ
پر پڑے گی۔ اس کے بعد بھی اگر نقصان باقی رہے
تو بینک کے حصے سے نقصان کی تلافی اس طرح کی
جائے گی کہ جتنی رقم کا نقصان ہوا ہے بینک اس
کاروباری ادارے کے اتنی رقم کے حصص کا
خود بخود مالک بن جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اس طرح نقصان کی تمام تر ذمہ
داری دوسرے فریق کی طرف منتقل کرنے کی جو شرط لگائی
گئی تھی اس نے مشارکہ کی ساری روح ملیامیٹ کر کے
رکھ دی تھی، چنانچہ ہم نے اس وقت لکھا تھا کہ:

"خدا کے لئے اس قسم کے نیم دلانہ اقدامات
سے پرہیز کیجئے۔ پہلے صرف ایک سودی
کاروبار کا گناہ تھا، اس قسم کے اقدامات
سے اس گناہ کے علاوہ معاذ اللہ اسلام
اور مسلمانوں کے ساتھ فریب کا وبال بھی شامل نہ ہوجائے۔
(ص ۵)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ نئی اسکیم بھی سُود اور استحصال کی بدترین شکل ہے جسے اسلام کے نام پر رائج کرنا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ شرمناک فریب کے مرادف ہوگا" (البلاغ رجب ۱۴۰۲ھ ص ۵)

اس اسکیم کے تحت بینک کسی کاروباری ادارے کے کسی میعادی تجارتی پروگرام میں سرمایہ لگا کر اس کا شریک بنتا ہے لیکن ساتھ ہی اس میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اگر اس کاروبار میں نقصان ہوا تو پہلے نقصان کی زد کاروباری ادارے کے مدِ محفوظ پر پڑے گی اس کے بعد بھی اگر نقصان باقی رہے تو بینک کے حصے کے نقصان کی تلافی اس طرح کی جائے گی کہ جتنی رقم کا نقصان ہوا ہے بینک اس کاروباری ادارے کے اتنی رقم کے حصص کا خود بخود مالک بن جائے گا۔

ظاہر ہے کہ اس طرح نقصان کی تمام تر ذمہ داری دوسرے فریق کی طرف منتقل کرنے کی جو شرط لگائی تھی اس نے مشارکہ کی ساری روح ملیامیٹ کرکے رکھ دی تھی، چنانچہ ہم نے اس وقت لکھا تھا کہ:

"خدا کے لیے اس قسم کے نیم دلانہ اقدامات سے پرہیز کیجئے پہلے صرف ایک سودی کاروبار کا گناہ تھا اس قسم کے اقدامات سے اس گناہ کے علاوہ معاذ اللہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ فریب کا وبال بھی شامل نہ ہو جائے" (ص ۵)

مقامِ شکر و مسرّت ہے کہ محترم وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر میں "مشارکہ" کے اس طریق کار کو بھی ختم کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ چنانچہ وہ "مشارکہ" "مضاربہ" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تحویل کے یہ طریقے خاص مواقع پر پہلے بھی اختیار کئے جاتے رہے ہیں لیکن اب ان کا استعمال وسیع تر دائرے میں پھیلا دیا جائے گا۔ لیکن اس وقت "مشارکہ" اور پی ٹی سی (پارٹی سپیشن ٹرم سرٹیفکیٹ) کے معاہدات میں جو شق موجود ہے کہ مالیاتی ادارے (بینک وغیرہ) کے حصے میں جو نقصان آئے گا اُسے کاروباری ادارے کے حصص کے اجراء سے پورا کیا جائے گا۔ چونکہ اس شق پر بعض حلقوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ شق غیر اسلامی ہے اس لئے آئندہ مشارکہ کے معاہدے میں یہ شق باقی نہیں رہے گی"

(بجٹ تقریر ص ۲۶)

"مارک اپ" اور مشارکہ کی اسکیموں میں اہلِ علم و فکر کے مطالبے کے مطابق ان تبدیلیوں کے اعلان سے ہمیں دوہری مسرّت حاصل ہوئی ہے سب سے پہلی،

مسرت تو اس بات کی ہے کہ ان اسکیموں کی حد تک صریح اور واضح سود سے قوم کو نجات ملی۔ دوسرے اس بات کی مسرت بھی کم نہیں کہ حکومت نے بدیر سہی لیکن بالآخر غلطی پر اصرار کے بجائے تعمیری تنقید کو قبول کرنے کی طرح ڈالی ورنہ اب تک ان تنقیدوں کے بارے میں یہ بات کہہ کر ٹلا دی جاتی تھی کہ یہ معیشت اور مالیاتی امور کے بارے میں غیر ماہرانہ آراء ہیں جن کو ملک کے نازک مالیاتی امور میں دُور رس فیصلوں کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا تیسرے ان اصلاحات سے پہلی بار اس بات کی واضح علامت ملی ہے کہ یکم جولائی ۱۹۸۵ء تک سودی کاروبار ختم کرنے کا اعلان زرا مذاق نہیں بلکہ حکومت اس سمت میں واقعی پیش قدمی کر رہی ہے

محترم وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں یکم جولائی ۱۹۸۵ء تک سود ختم کرنے کے لئے تاریخ وار پروگرام کا بھی اعلان کیا ہے اور اس اعلان کے مطابق اسٹیٹ بینک نے تمام بینکوں کو ہدایات بھی جاری کر دی ہیں یہ پروگرام وزیر خزانہ کے الفاظ میں درج ذیل ہیں۔

"جیسا کہ پچھلے سال وعدہ کیا گیا تھا نظام بنیکاری سے سود کے مکمل استیصال کے لئے اسٹیٹ بینک اور قومی تجارتی بنکوں کے مشورے سے ایک ٹھوس پروگرام وضع کر لیا گیا ہے یہ پروگرام ملک کے تمام بینکوں اور مالیاتی اداروں پر اطلاق پذیر ہوگا جن میں وہ غیر ملکی بنک بھی داخل ہیں جو پاکستان میں کام کر رہے ہیں اور اس پر آئندہ مالی سال سے عمل شروع ہو جائے گا۔ یہ پروگرام مندرجہ ذیل ہے:-

(الف) یکم جنوری ۱۹۸۵ء سے حکومت، سرکاری شعبے کی کارپوریشنوں اور تمام جائنٹ اسٹاک کمپنیوں کو خواہ وہ پبلک ہوں یا پرائیویٹ بینکوں کی طرف سے کی جانے والی ہر تمویل مکمل طور پر اسلامی طریقوں کے مطابق ہوگی (یکم جنوری سے قبل) چھ ماہ کا یہ عبوری زمانہ اس لئے ناگزیر ہے کہ اس دوران متعلقہ قوانین میں مطلوبہ تبدیلیاں لائی جائیں، حسابات رکھنے کے نئے مناسب طریقوں کو رواج دیا جائے بینک اپنے عملے کو ضروری تربیت دے سکے اور اسی طرح کی دوسری تیاریاں عمل میں لائی جائیں۔

(ب) یکم اپریل ۱۹۸۵ء تک بنکوں اور مالیاتی اداروں کے اثاثوں کی سمت (ASSET SIDE) مکمل طور پر اسلامی طریقہ ہائے تمویل میں تبدیل ہو جائے گی صرف ماضی کے معاہدات باقی رہیں گے جن کو پورا کرنا ہوگا۔

(ج) یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے کوئی بنک کوئی سودی

ڈیپازٹ قبول نہیں کرے گا تمام بچت اور میعادی کھاتے مستحکم اسلامی طریقہ ہائے تمویل میں تبدیل ہو جائیں گے، البتہ کرنٹ اکونٹ، موجودہ دور کی طرح بغیر کسی منافع کے جاری رہیں گے۔

(د) اسلامی طریقہ ہائے تمویل کو زرعی شعبے اور امداد باہمی کے اداروں تک بھی وسیع کر دیا جائے گا۔

(ه) اسٹیٹ بینک کے تمام معاملات، خواہ وہ حکومت سے ہوں یا تجارتی بینکوں سے وہ بھی یکم جولائی ۱۹۸۵ء سے پہلے پہلے نئے طریقہ ہائے تمویل سے بدل دئے جائیں گے۔

ان خوش آئند فیصلوں پر ہم حکومت کو تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات کی مکمل توفیق اور ہمت عطا فرمائیں کہ وہ ملک کے معاشی نظام کو واقعتہً سود کی لعنت سے پاک کر کے ٹھیک ٹھیک اسلامی تقاضوں کے مطابق بنانے میں کسی ذہنی تحفظ اور کسی مرعوبیت و مغلوبیت کے روادار نہ ہوں اور مجوزہ نظام میں شرعی نقطہ نظر سے جو خامیاں اب بھی باقی ہیں انہیں بھی دور کر کے صحیح معنیٰ میں اسلامی نظام معیشت کے قیام کی راہ ہموار کر سکیں آمین ثم آمین

محترم وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں اُن طریقوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو سودی معاملات ختم کرنے کے لئے اختیار کئے جائیں گے اور اسٹیٹ بینک نے اپنے ایک سرکلر کے ذریعے تمام بینکوں کو ان کے مطابق کام کرنے کی ہدایات بھی جاری کر دی ہیں جو اسٹیٹ بینک نیوز کے یکم جولائی ۱۹۸۱ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہیں اس کے ساتھ ہی محترم وزیر خزانہ نے کچھ عملی مسائل کا ذکر کر کے ملک کے علماء اور اہل فکر سے کچھ سوالات بھی کئے ہیں جن کا شرعی حل انہیں مطلوب ہے۔

ہمارے نزدیک یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُن تمام طریقوں کا بنظر غائر مطالعہ کریں جو اس نئے نظام کے لئے تجویز کئے گئے ہیں اور اگر ان میں شرعی اعتبار سے نقائص ہوں تو اُن کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز پہلے سے حکومت کو ارسال کریں تاکہ یکم جولائی سے پہلے پہلے ان نقائص کو دور کرنے کی کوشش ہو سکے۔ نیز محترم وزیر خزانہ نے جو سوالات کئے ہیں اُن کا جواب بھی فراہم کریں غیر سودی بینکاری کے لئے مجوزہ طریقوں کی تفصیل اور وزیر خزانہ کے سوالات پر اپنا تبصرہ ہم انشاءاللہ آئندہ کسی صحبت میں پیش کریں گے لیکن تین گذارشات اسی وقت پیش کرنی ضروری ہیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ "مارک اپ" کے طریق کار کے جواز کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ بینک واقعۃً کوئی شے اپنے گاہک کو فروخت کرے، محض اس کو رقم دیکر یہ سمجھنا کہ اس رقم سے جو چیز گاہک خریدے گا وہ بینک نے اسے فروخت کی ہے ہرگز جائز نہیں ہوگا اگرچہ اسٹیٹ بنک کے سرکلر میں باقاعدہ خرید و فروخت کے ذکر سے ظاہر یہی ہے کہ واقعۃً معاملہ بیع کا ہوگا گاہک کو رقم نہیں دی جائے گی لیکن چونکہ بینک پہلے اس طریقہ کار کے عادی رہے ہیں اس لئے انہیں اس سلسلے میں صراحت کے ساتھ ہدایات جاری کرنے کی ضرورت ہے۔

دوسرے مارک اپ کا طریق کار تو ان شاء اللہ بڑی حد تک درست ہو جائے گا، لیکن اسٹیٹ بنک کے سرکلر میں ایک طریقہ، ٹریڈ بلز کی خریداری بھی قرار دیا گیا ہے اور اس کی تفصیل میں کہا گیا ہے کہ ان بلوں کی خریداری "مارک ڈاؤن" کی بنیاد پر ہوگی جس کا حاصل یہ ہے کہ بلز آف ایکس چینج اور ہنڈیوں کو بھنانے کے لئے بعینہ وہی طریق کار جاری رہے گا جو آج بینکوں میں جاری ہے صرف اتنا فرق ہوگا کہ کٹوتی یا بٹہ لگانے (DISCOUNTING) کے بجائے مارک ڈاؤن یا کمیشن کی اصطلاح استعمال ہوگی۔

یہ بات شرعی اعتبار سے قابل قبول معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا ہماری گذارش یہ ہے کہ جس طرح مارک اپ کے طریق کار کو حکومت نے تبدیل کرنے کا اعلان کر دیا ہے اسی طرح بلز آف ایکس چینج کو بھنانے کا طریق کار بھی تبدیل کیا جائے اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی خاتمہ سود کی رپورٹ میں ایک طریق کار تجویز کیا گیا ہے اُسے اختیار کیا جا سکتا ہے اگر اس میں کوئی عملی دشواریاں محسوس ہوتی ہوں تو باہمی گفت و شنید سے کوئی اور مناسب طریق کار طے کیا جا سکتا ہے لیکن موجودہ طریق کار کو جوں کا توں برقرار رکھنا کسی طرح درست نہیں ہوگا۔

تیسری بات یہ ہے کہ وزیر خزانہ کی تقریر اور اسٹیٹ بنک کے سرکلر میں مشارکہ، پارٹیسپیشن ٹرم سرٹیفکیٹ، وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان معاملات میں زیادہ سے زیادہ یا کم سے کم منافع کی شرح وقتاً فوقتاً اسٹیٹ بینک کی طرف سے مقرر کی جائے گی البتہ نقصان کی صورت میں نقصان ہر فریق اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کے تناسب سے برداشت کرے گا۔

اس میں اگر اسٹیٹ بینک کی طرف سے منافع کی شرح مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک مجموعی منافع کے تناسب سے تجارتی بینکوں کا

فی صد حصہ مقرر کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ غیر سودی نظام بینکاری میں زر کے پھیلاؤ پر کنٹرول کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک کے پاس یہ مؤثر ترین ذریعہ ہوگا۔ لیکن اگر خدانخواستہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک سرمائے کے تناسب سے بینکوں کا کم از کم یا زیادہ سے زیادہ منافع مقرر کریگا تو یہ انتہائی قابل اعتراض بات ہے اور اس کا نتیجہ پھر اسی سودی طریق کار کے تحفظ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

اسٹیٹ بینک کے سرکلر میں شرح منافع کے لیے جو لفظ "RATES OF PROFIT" استعمال ہوا ہے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید پیش نظر یہ دوسری صورت ہے، اور مقصد یہ ہے کہ بینک سے مشارکہ وغیرہ کا معاملہ کرنے والے کاروباری افراد یا اداروں کو اطمینان دلایا جائے کہ اگر کاروبار کا حقیقی منافع اسٹیٹ بینک کی مقررہ حد سے زائد ہوا تو وہ بینک اپنے پاس رکھنے کے بجائے انہی کو واپس کردے گا لہٰذا اُن کو یہ خوف نہ کھانا چاہیئے کہ اگر منافع زیادہ ہوا تو اس کا بہت بڑا حصہ بینکوں کے پاس چلا جائے گا۔

اگر اسٹیٹ بینک کے شرح منافع متعین کرنے کا مقصد واقعتہً یہی ہے تو ایک طرف شرعی اعتبار سے اس کا ہرگز کوئی جواز نہیں اور دوسری طرف اس سے غیر سودی نظام کا کوئی فائدہ معیشت کو حاصل نہیں ہوگا۔

سود کے بجائے شرکت یا مضاربت کے معاہدات کا ایک عظیم فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذریعے معاشرے میں تقسیم دولت کا نظام بڑی حد تک متوازن ہوجاتا ہے اور سود کی طرح یہ نہیں ہوتا کہ کاروبار میں نفع زیادہ ہو تو سارا ایک فریق کی جیب میں جائے اور نقصان ہو تو وہ بھی ایک ہی فریق پر پڑے۔ بینکاری کے نظام کو شرکت یا مضاربت کے اصولوں پر استوار کرنے سے معاشی اعتبار سے جو عظیم فوائد متوقع ہیں، ان میں سے ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ کاروباری منافع زیادہ ہونے کی صورت میں وہ سارا کا سارا سرمایہ داروں کی جیب میں نہیں جائیگا بلکہ بینکوں کے توسط سے عوام تک پہنچے گا اس سے سرمائے کے ارتکاز کی روک تھام ہوگی نچلے طبقے کی آمدنی میں اضافہ ہوگا منجمد رقوم گردش میں آئیں گی اور اس کے خوشگوار اثرات پوری معیشت پر مرتب ہوں گے۔

لہٰذا اگر مشارکہ یا مضاربہ میں پابندی عائد کر دی گئی کہ ایک خاص حد سے زائد منافع ہونے کی صورت میں زائد منافع بینکوں کو نہیں ملے گا بلکہ کاروباری فریق ہی کو واپس کردیا جائے گا۔ تو شرعاً ناجائز ہونے کے علاوہ اس پابندی کے ذریعے مشارکہ

اور مضاربہ کی ساری روح ہی ختم ہو جائے گی، سرمایہ دار افراد تو شاید اس تحفظ کے فراہم ہونے سے خوش ہو جائیں، لیکن اسلامی احکام پر عمل کے نتیجے میں تقسیم دولت کے نظام میں جو توازن پیدا ہو سکتا تھا۔ اس کی راہ بالکل مسدود ہو کر رہ جائے گی

خدا کرے کہ منافع کی شرح متعین کرنے سے حکومت کی مراد یہ صورت نہ ہو، لیکن اگر مراد یہی ہے تو ہم پوری تاکید کے ساتھ عرض کریں گے کہ یہ پابندی غیر سودی نظام معیشت کی ساری بساط اُلٹ کر رکھ دے گی۔ اس لئے اس تصور کو بالکل منسوخ کیا جائے، البتہ اسٹیٹ بینک کے کنٹرول کو قائم رکھنے کے لئے اس کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ فریقین کے درمیان مجموعی منافع کی تقسیم کا تناسب مقرر کر دے یعنی یہ طے کرے کہ منافع کا کتنا فیصد حصہ کونسے فریق کو ملے گا۔

ان تین گزارشات کے ساتھ ہم غیر سودی نظام کے سلسلے میں حکومت کے حالیہ اقدامات اور اعلانات کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو واقعتہً غیر سودی نظام معیشت قائم کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

غیر سودی معیشت کے لئے حکومت کے مجوزہ دوسرے طریقوں کی تفصیل اور وزیر خزانہ کے اٹھائے ہوئے سوالات کے بارے میں اپنی گزارشات انشاء اللہ ہم کسی آئندہ صحبت میں پیش کریں گے۔

وما علینا الا البلاغ

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

(بشکریہ البلاغ)

اکلِ حلال بھی ایک بہت بڑی نیکی ہے

اکلِ حلال (حلال روزی کی) تلاش میں سرگرداں رہنا بھی جہاد ہے۔ بلکہ جہاد سے بھی افضل ہے کیونکہ تمام عبادتوں کی قبولیت اکلِ حلال پر منحصر ہے۔

از سعید احمد
عفی عنہٗ

حضرت المکرم مدظلہٗ کا دورۂ ملتان

۲۸ اکتوبر کی صبح امیر ملتان حاجی محمد اسلم صاحب کا فون آیا کہ کیا کر رہے ہو اور کیا پروگرام ہے؟ عرض کیا کہ آج شام گھر جانے کا خیال ہے۔ فرمانے لگے کل حضرت المکرم مدظلہ العالی تشریف لا رہے ہیں اور سب سے پہلے تمہیں اطلاع کی ہے، امیر محترم کا شکریہ ادا کیا اور گھر جانے کا پروگرام ختم، فوری طور پر دوسرے ساتھیوں کو اطلاع دینا شروع کر دی۔ رات تقریباً دس بجے تک بیشتر ساتھی اطلاع پا چکے تھے۔

۲۹ اکتوبر کو حضرت المکرم کے ہمراہ جناب حافظ عبدالرزاق صاحب اور جناب ملک خدا بخش صاحب بھی ڈیڑھ بجے تک تشریف لے آئے۔ ساتھی حضرت شیخ کی اطلاع پاتے ہی حاضر خدمت ہونا شروع ہو گئے شام کو حضرت غوث پاکؒ کے مزار پہ معمول کا پروگرام تھا اسی روز عرس کی تقریبات تھیں، عرس کے نام پر جو کچھ خرافات رواج پا گئی ہیں ان کی وجہ سے لوگ تصوف اور سلوک سے ویسے ہی بھاگنے لگے ہیں لہٰذا شیخ کی ہدایت پہ امیر ملتان کی رہائش پہ معمول ہوا۔

سارے دن کے سفر کی تھکاوٹ اور اگلے روز مزید سفر کے پروگرام کے باوجود قبلہ شیخ نے نہایت شفقت سے ساتھیوں کو شرعی مسائل سے آگاہ فرمایا اور ان کے سوالات کے تسلی بخش جواب مدلل طور پہ دیئے

سوالات کے دوران قصاص و دیت کا موضوع آگیا تو حضرت المکرم نے فرمایا علماء متقدمین نے دین کے ہر پہلو کو پورے طور پر اور ہر باریکی کو پیش نظر رکھ کر واضح کر دیا ہے کوئی بھی چیز یا کوئی بھی جزو ایسا نہیں جس پہ بحث نہ کی ہو۔ اب اگر کوئی اپنے خود ساختہ اجتہاد سے کوئی نئی چیز ایجاد کرے گا تو جتنی بڑی غلطی ہو گی اسی قدر ٹھوکر کھائے گا۔ فرمایا عورت اور مرد میں مساوات نفس انسانی کی وجہ سے ہے۔ عورت کو اپنے خاوند کے تابع بنا دیا ہے اسی طرح خاوند (جو کہ مرد ہے) کو اپنی ماں (جو کہ عورت ہے) کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔

جہاں تک دیت کا تعلق ہے اسلام نے واضح طور پر عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلہ میں نصف رکھی ہے۔ عورت اور مرد میں بہت سے معاملات میں برابری نہیں ہے، مرد کمانے کا ذمہ دار ہے اور عورت پر گھر سنبھالنے کی ذمہ داری ہے، عورت کو اذان اور امامت کی اجازت نہیں ہے جو لوگ مغرب سے متاثر ہو کر احکام دین میں ترمیم چاہتے ہیں وہ اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ کل کو عورت اذان اور امامت کا حق طلب کرے گی۔ کیونکہ بقول ان لوگوں کے دونوں کے حقوق و فرائض یکساں ہیں۔

رات چونکہ زیادہ ہو گئی تھی اور صبح ۲½ بجے سحری کا معمول ہوتا تھا لہذا ساتھیوں کو گھر جانے کی اجازت دیدی گئی۔

۳۰ر اکتوبر کی صبح کو نماز فجر کے فوراً بعد روانگی کا پروگرام تھا امیر صاحب نے Bed Tea بلکہ Morning Tea کا اہتمام کر رکھا تھا۔

انہی چند لمحوں کی صحبت سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ساتھی نے ساہیوال میں قادیانیوں کے ہنگامہ اور علماء کی گرفتاری کا ذکر کیا تو حضرت المکرم نے فرمایا قانون کو ہاتھ میں لینے کا حق کسی کو بھی نہیں پہنچتا۔ اگر کسی سے کوئی گلہ تھا تو حکومت کو اس سلسلے میں PRESSURISE کیا جا سکتا تھا۔ قانون کو ہاتھ میں لینے سے LAW & ORDER کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کے قانون قصاص میں بھی بدلہ میں قتل کا اختیار مقتول کے ورثاء کو براہ راست نہیں ہے

بلکہ اس کا اختیار خلیفۂ وقت یا اس کے مقرر کردہ نمائندہ کو ہوتا ہے

وقتی جوش کے بجائے ہوش سے کام لینا چاہیئے۔

چائے پی جا چکی تھی۔ حضرت المکرم نے دعا فرمائی اور تمام ساتھیوں نے نہایت عقیدت کے ساتھ اپنے روحانی باپ کو بہاولپور کے لئے الوداع کیا۔ جہاں ساتھی پہلے ہی سے چشم براہ تھے۔

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّور

محبوب عالم قطر دار انشر

اسکول کی زندگی میں اکثر یہ خیال آتا کہ اللہ پاک کی ذات اقدس واحد و یکتا ہے۔ کبھی خیال آتا کہ ہر افسر اپنے بڑے افسر کے سامنے ادب سے کھڑا ہوتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سب افسر اپنے بادشاہ کے سامنے صف بند ہوتے ہیں ارے ایک ایسی ہستی بھی تو ہے جس کے سامنے سب بادشاہ عجز و انکساری کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اب اس ہستی تک رسائی کیسے ہو یہ ایک ایسی گتھی ہے جس کو سلجھانا دور حاضرہ میں ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے اکثر پیرو مرشد سوائے تجارت کی منڈیاں لگانے کے اور کچھ بھی نہیں۔

بہر حال کامل کی تلاش کی لگن دل کی گہرائیوں میں دبی رہی اسی شش و پنج میں کالج میں داخل ہوئے یوں دنیا ویسے بھی رنگین ہے لیکن کالج لائف میں اس کی رنگینیاں جوبن پہ ہوتی ہیں۔

اللہ پاک نے مالی کمزوری کے باعث ان سے محفوظ رکھا۔ کالج سے فارغ ہو کر نیوی میں بھرتی ہو گیا اگرچہ کما حقہ، نہ تھی۔ لیکن نماز کی عادت ورثہ میں ملی تھی۔ اگست ۱۹۷۲ء کو رات کی عشاء کی نماز کے بعد محترم مظہر صاحب نے مسجد کے صحن میں بٹھا لیا اور ذکر کی دعوت دی بات انتہائی مختصر تھی کیونکہ باقی ساتھی ہمارا انتظار کر رہے تھے ذکر شروع کرنے سے پہلے مجھے یقین سا ہو گیا کہ مدتوں سے دبی ہوئی خواہش کہ اللہ پاک کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں دوست محمد صاحب امیر تھے انہوں نے شفقت فرمائی اور اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ ذکر کے بعد دوست محمد صاحب نے فرمایا کہ آپ کی سانس تو مسلسل چلتی رہی۔ حالانکہ نئے ساتھی کو ابتدائی چند روز دقت ہوتی ہے چونکہ دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ دو وقت ذکر کی پابندی سے اللہ پاک نے تہجد کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ اجتماعی ذکر کے لئے شفا کراچی میں گئے وہاں سب ساتھیوں کے چہرے مشرّع تھے دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ آئندہ اجتماعی ذکر میں داڑھی رکھ کر آؤں گا۔ ذکر میں

داخلے کے ابتدائی ایام میں شیطان کی طرف سے مختلف وساوس آتے رہے، مختلف طریقوں سے خواب میں ڈراتا رہا۔ لیکن اللہ پاک کے فضل و کرم سے کوئی بھی طریقہ کارگر ثابت نہ ہوا۔

انہی دنوں میں خواب دیکھتا ہوں کہ اللہ پاک عدالت عالیہ لگائے ہوئے ہیں اور سب مخلوق پیش ہو رہی ہے مختلف سواریوں پر اور پیدل لوگ حاضر ہو رہے ہیں۔ صرف استاذ المکرمؒ کی جماعت پرواز کرکے حاضر ہو رہی ہے۔ کوئی آٹھ مہینے بعد وہ مبارک دن آیا کہ میں ناچیز استاد مکرم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ استاد مکرم شفا کراچی میں قیام پذیر تھے۔ جب دروازے پر گیا تو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی کہ تو ہے کیا اور کس ہستی کے سامنے جا رہا ہے۔ چند منٹ کھڑا رہا آخر ایک پرانے ساتھی آئے ان کے تعاقب میں خدمت عالیہ میں حاضر ہوا وہاں تو کچھ سماں ہی عجیب تھا روایتی پیروں سے بالکل مختلف سادہ شلوار قمیض میں ملبوس، فرش پر ساتھیوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے، زبان مبارک سے قرآن و حدیث کے پھول بکھرتے شفیق اتنے کہ ہر ساتھی سمجھتا کہ میرا ہی دامن بھر رہے ہیں بیان میں سوز صدیقیؓ جو دل کی گہرائیوں میں اتر جائے فیصلہ میں فاروقیؓ تحرّے نگاہ میں عثمانیؓ حیا، عزم و حوصلہ میں علیؓ جیسی جرأت، دل کی دنیا میں تو انقلاب پہلے ہی آ چکا تھا اور تو مشاہدہ بھی دل کے تابع ہوگیا۔

جنوری ۱۹۸۴ء چھٹی کے دوران استاذ المکرم کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو یہ ناچیز کی آخری ملاقات تھی اپنے محسن و مربی، شفیق روحانی باپ سے تقریباً چار بجے چکڑالہ پہنچا یہ ۲۴ جنوری کی بات ہے اس دن استاذ المکرم کی طبیعت ناساز تھی اور یہی حالات مالک حقیقی سے ملنے کا باعث بنی دوسرے دن آسمان پر بادل تھے چونکہ سردی کے دن تھے اس لئے استاد مکرم تقریباً ۱۲ بجے باہر تشریف لائے شبیر صاحب جو کہ استاد مکرم کے خادم تھے چارپائی پر اپنی چادر بچھا دی اس پر استاد المکرم لیٹ گئے علالت کے باوجود مجھے جو آخری نصیحت فرمائی میاں شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا۔ عربوں کو نہ دیکھنا وہ بے دین ہو چکے ہیں، نماز کی پابندی، ذکر دو وقت، رزق حلال کمانا۔ چونکہ ایک بجے بس پر میں نے جانا تھا اور پتہ بھی نہ تھا کہ یہ سعادت لمحات پھر نصیب ہوں گے ورنہ چھٹی ختم ہونے تک قدموں سے لپٹ جاتا اور خیال آیا کہ شاید یہ رات انتہائی لمبی ہو جائے ۱۸ فروری کو میں واپس ڈیوٹی پر آ گیا ۱۹ فروری کی رات بذریعہ فون اس افسوسناک خبر کو سن کر دل سہم سا گیا اور خیال آیا کہ شاید یہ رات انتہائی لمبی ہو جائے لیکن جب صدیق اکبرؓ کا خطبہ یاد آیا کہ وما محمد الا رسول تو کچھ ڈھارس بندھی اللہ پاک اس ہستی کے پاک مزار پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے سب ساتھیوں میں اتحاد نصیب فرمائے سب ساتھیوں کو تادم واپسی استاد المکرم کے دامن سے وابستہ رکھے آمین ثم آمین

ایک

لیفٹیننٹ کرنل
سید
عزیز الرحمٰن کوئٹہ چھاؤنی

ہر چیز کے لئے مقدار کی قید ہے اور مقدار میں "ایک" اہم ہے۔ "ایک" چاہے نظریہ ہو، تعداد ہو مقدار ہو، توانائی ہو۔ جرم زائیدگی ہو، روئیدگی کا راس جنہیں ہو، دقیق جوہر مادہ ہو، حروف تہجی کا حرف واحد ہو، ہمہ مخلوقات کی اکائی مخلوق ہو جانداروں کے مختلف انواع کا اکائیوں میں تشخص ہو، مختلف مجمل اکائیوں مثلاً ہجوم، جلسہ جماعت گروہ، ریوڑ، ڈار، جھنڈ، قطار، جنگل، گیسو، زلف اور مہیریان ہوں، حتیٰ کائنات ہو، سب وہی "ایک" ہے جو پھیلتے پھیلتے خوشنما یا مہیب شکل حاصل کرکے تجزئیے کے دباؤ میں سمٹ سمٹ کر پھر "ایک" میں قرار پاتا ہے۔

ہر ابتداء کی انتہا ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ مشکل ابتداء ہے، مشکل سہل ہے، مشکل تصور ہے مشکل ادراک ہے جب یہ مشکل آسان ہو تو باقی ارتقائی اور روالطائی مراحل ہوتے ہیں۔ جو ابتداء اور تصور سے استحکام لیتے ہیں اور غیر مستعد کیفیت میں تنزل اور ابطال کا ہدف قرار پاتے ہیں یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ بلا استثنا ہر مادی ارتقاء کا عروج کی انتہا پر پہنچکر توانائیوں کی استعداد مرور زمانہ سے ماند پڑ جاتی ہے اور ابطال منطقی طور پہ نمو پذیر ہو جاتا ہے حد درجہ ابطال میں بھی کوئی نہ کوئی ایک حالت تو برقرار رہتی ہی ہے پس چاہیئے ابتدا ہو، ارتقا ہو یا ابطال جو قدر مشترک نمایاں ہے وہ "ایک" ہے یوں یہ قدر ابتداء میں اور مکمل ابطال کی صورت میں نمایاں طور پہ منظر پہ دکھائی دیتا ہے اس لئے کہ ہر دو صورتوں میں ہیچ کے پس منظر میں "ایک" کا جلوہ نہایت جاذب بن جاتا ہے اور چونکہ "ایک" صاحب ہست ہوتا ہے۔ کوئی جھمیلے اس کو پاس نہیں ہوتے اس لئے کسی فریب کی گنجائش نہیں ہوتی اور ادراک چاہے کتنا ضعیف کیوں نہ ہو۔ اس کی ہستی کا اقرار من وعن کرتا ہے گویا کہ ایک کے اوجھل ہونے کا امکان زمانہ ارتقاء میں ہوتا ہے کیونکہ ارتقاء بالعموم مستی کی کیفیت ہوتی ہے اور مستی عموماً ادراک کے لئے مخدر ہوتی ہے، یہ کیفیت تحقیقی اور یکسوئی کے لئے غیر موزوں ہے

جب تک کہ قوئ پر پوری گرفت نہ ہو۔

ارتقائی مراحل میں جانداروں میں عموماً اور انسانوں میں خصوصاً تسکین کے ساتھ ساتھ حرص مثل خودرو کے پنپنا شروع ہو جاتا ہے، جیسے مطلوبہ فصل کی نشوونما کی خاطر خودرو پودوں کو جڑ سے اس لئے اکھاڑا جاتا ہے کہ کہیں اصل ان کا شکار نہ ہو جائے اسی طرح تسکین کو قناعت کی منزل پہ لے جانے کے لئے حرص کی دباؤ سے بچانا ازبس ضروری ہے تاکہ ما حصل کی خوشنمائی قائم رہے اور مہیئت کا جواز باقی نہ رہے اسی طرح اگر افراط و تفریط کا امکان ہے، تو وہ بھی ارتکاء کے حدود اربعہ کے اندر ہے اور دونوں شخصیت کی اکائی کے لئے مضر ہیں۔ پس عقل مندی کا تقاضا ہے کہ ان سے ہوشیار رہا جائے۔

آئیے جملہ ہا معترضہ سے کوچ کریں اور "ایک" کا استنباط ایک تنو اور سبز درخت سے کریں، درخت کیا ہے پتوں ٹہنیوں، شاخوں، تنا اور جڑ سب مل کر جو اکائی بنتی ہے۔ اس کو درخت کہتے ہیں اس میں ہر ایک اکائی نے بہت سارے مجموعات کا مثلاً پتا، شاخوں، تنا اور جڑ سب ملکر جو اکائی بنتی ہے اس کو درخت کہتے ہیں۔ اس میں ہر ایک اکائی نے بہت سارے مجموعات کا مثلاً پتا لے لیں، پتہ درخت کی رنگت کا مظہر ہے یہ سبز ہے سُرخی مائل جامنی ہے، بھورا ہے، مختلف نمکیات اور معدنیات کے رہنما اقسام کے کیمیادی عمل کا مرکز ہے یہاں ایسا لطیف عمل وقوع پذیر ہوتا ہے کہ اگر کان لگا کر بھی عمل پذیری کا اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے تو بھی معلوم نہ ہو، ننھے ننھے ان گنت مسام ہمہ وقت پوری مستعدی سے اور نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مگن ایک بے مثل ضابطہ کار کی دلیل فراہم کرتے ہیں اس پتے کو ایک ترقی یافتہ تجربہ گاہ یا کارخانہ نہ کہیں تو کیا کہیں۔ اس میں آکسیجن جو موجب حیات جاندار ہے کا بننا اور فوارے کے مانند اس کو فضا میں بکھیرنا اور کاربن ڈائی آکسائیڈ جو ضد آکسیجن ہے کو ہوا سے نگل نگل کر ہضم کرنا اور یوں فضا کو کثافتوں سے پاک کرنا اور تنھی حیثیت سے کاربوہائیڈریٹ کے بنانے میں ہمہ تن مصروف رہنا اور یہ کام نہایت باقاعدگی کے ساتھ مسلسل منشاء کے مطابق کرنا پتے کی فرض شناسی اور ذیاں بیداری کا ثبوت بیّن ہے۔ پس یہ آلہ تقطیر ہے کہ آلہ تبخیر آلہ جاذب ہے کہ چھڑکنے کا آلہ موسموں کی شدت کو معتدل بنانے والا منفرجہ اور جو شکوہ سائبان ہے کہ مناظر کا نقیب، حیاتین کا مخزن ہے کہ کاربوہائیڈریٹ کا مخرج یہ پتا کیا کچھ ہے۔ ایک دفتر ہے سعیٔ پیہم اور تزکیہ کائنات کا پیامبر یہ پتا ٹہنی کے مسرو کن کنبے کا ایک رکن ہے اور یہ ٹہنی جو شام کی جرم طفیلی (SATELLITE) ہے کیمیائی عملیاتی علاقے

رہتی)، کارواں رسد ہے جس میں سے نمکیات، حیاتین گلوکوز، معدنیات، شفاف پانی غرض سب ضروریاتِ عمل باریک باریک ریشے کی نالیوں کے ذریعے جن کو حفاظتی ضرورت کی بنا پہ ایک نسبتاً کھردرے سخت اور موسمی مدافعت کی اہلیت رکھنے والے غلاف جس کو عرفِ عام میں چھلکا کہتے ہیں محفوظ منزلِ مقصود تک پہنچایا جاتا ہے۔ گویا یہ ٹہنی شاخ پہ ایک ناکا ہے بلکہ ریگولیٹر ہے جو ایک کڑے ضابطے کے تحت اجزائے رسد کی مقدار کا تعین کرتا ہے۔ یوں یہ گویا ایک نہر ہے جو رودِ شاخ سے نکلتی ہے اور بالکل اسی طرح اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہی رودِ شاخ تنے کی دریا سے نکلتا ہے۔ اور جیسے ظرفِ تنا بڑھتا ہے رود ہا نکلتے ہیں نئے ریگولیٹر قائم کئے جاتے ہیں جرم طفیلی معرضِ وجود میں آتے ہیں اور یوں نئے برگ کی تخلیق کا سامان میسر آتا ہے اور منظر دلکش بنتا جاتا ہے اور تنا جو وسیلہ ہے ما حاصل آب و گل کو پتے پنکھڑیوں اور کانٹے تک پہنچانے اور برگ ٹہنی شاخ کو استوار رکھنے کا جہاں جو اور وہ خود جوہر جسکو عرفِ عام میں، بیج، تخم، یا دانہ کہتے ہیں کہ نشوونما تکمیل تک پہنچتی ہے خود استوار رہتا ہے اپنی جڑوں پہ اور یہ جڑیں کیا ہیں یہ آب و گل کے جزئیات کی کیمیاوی تجزیاتی مراکز ہیں جو مطلوبہ عناصر رسد کو کثافتوں اور آلائشوں سے پاک کرکے قابل جذب شکل میں بدل کر سیال مواد کی شکل آگے بھیجتی ہیں۔ اسی کام کی تکمیل کے لئے یہ سینۂ ارضی میں حتی المقدور پھیلی ہوئی نہ صرف روزمرہ کی رسد کی بہم رسائی کا سامان کرتی ہیں بلکہ ممکنہ کٹھن ایام کے لئے ساری قسم کی رسد کا ذخیرہ بھی کرتی ہیں گویا تندرست اور فعال باطن ظاہری تن و مند اور خوشنما تنے و ما علیہا کے لئے از بس ضروری ہے اور چاہے ظاہر پژمردہ کیوں نہ ہو اگر باطن صحیح و تندرست ہو تو نا امیدی کا کوئی جواز نہیں کہ زمانے کی مہلت کا فائدہ اٹھا کر اپنی بساط بالیدگی حاصل کرکے اپنے آپ سے اٹھ پڑے گا۔ اور اپنی پہنچ حالت آب و گل سے چنداں ارفع منزل تک ممکن کر دے گا تاہم اس حال میں بھی اپنی اصل سے باخبر رہنا اور اساس پر قائم رہنا از حد ضروری ہے، ورنہ پژمردنی ہو جائے۔

پس ہم نے جان لیا کہ یہ جو کائنات صغریٰ فی الذات ہے کو ہم نے ایک اکائی میں سمٹ کر درخت ترتیب دیا اور ایک درخت

کتنی مجمل ہے ۔ علی الرغم بے شمار حکمتوں کے اس کی سمجھ اور پہچان کتنی عام فہم ہے ایک کی اکائی نہ ہوتی تو یہ سب کچھ ایک ڈراؤنی الجھن رہتی، خیر ایک ڈراؤنی الجھن رہ کر بھی رہتی بہر صورت ایک ہی عقل سلیم نے ہمیں ایک ڈراؤنی الجھن سے بچا کر خوشنما ایک کی اصلیت سے روشناس کیا۔

یہ کائنات صغریٰ کہاں سے وجود میں آئی ہمیں یاد ہے کہ تو ہم نے ہمارے آباؤ اجداد تے یار دوست نے کسی اور محرک نے ایک جوہر درون خود جوہر جسکو بیج کہتے ہیں کہ موزوں آمیزش آب و گل میں چھپایا تھا جس نے اپنی ہستی کو ریاضت کرائی حتیٰ کہ توانائی اس کے سینۂ معصوم میں اس حد تک سمائی کہ اس کا شق صدر ہوا اور اپنی خودی غلافوں زمینی پردوں کو چیرتا ہوا اپنی بساط پہ قائم فضائیں جلوہ نگن ہوا لو سرسبز ہوا، خوشنما پھول نمود میں آئے حتیٰ کہ ذریت کے لئے پھل لایا اور ہر پھل کو اپنی اصل کا قرارگاہ بنایا۔ کہ جوان سے بوٹے تو عین یہی بوٹے ۔ گویا کہ وہ جوہر بھی اہم اور خود جوہر بھی اہم مگر سب سے اہم وہ توانائی رہی جس نے ایک چٹک میں کیا سے کیا بنا کے رکھ دیا اور تھی وہ ایک توانائی ۔ یہ توانائی وہی تو ہے جو سرایت

نمکیات میں کر گئی حیاتین میں کر گئی، ریشہ میں کر گئی شاخ ٹہنی پتے میں کر گئی اس کی نکلتی تجخیر میں کر گئی اس کی خوشبو میں کر گئی حتیٰ کہ ماحول اور دیدہ ور کی آنکھ میں کر گئی گویا کہ یہ کائنات صغریٰ اور زیر اثر ماحول اس ایک توانائی کی ایک چٹک کی مرہون منت ہے جس نے عالم خورد معرض وجود میں لاکھڑا کیا اور اس عالم خورد کے عالم کلاں پر دوررس اثرات کی موجب بنی ۔ اب اگر عالم خورد بغیر توانائی کے وجود میں نہیں آ سکتا تو عالم کلاں کیسے ترتیب ہوا۔

ظاہر ہے کہ عالم کلاں بجز جواہر کے مجموعے اور کچھ نہیں اور جوہر توانائی کا ایک مجمل دفینہ ہی تو ہے اس مجموعے کو تشخیص اور کارکردگی کے بنا مزید چھوٹے بڑے مجموعوں اور گروہوں میں دیکھا جاتا ہے ان مجموعوں اور گروہوں کی حیات غیر مساویانہ ہے مگر پھر بھی ہر ایک دوسرے کا توازن قائم رکھنے کے لئے گویا طاقت میں برابر ہے اس برابری کو فاصلے، مکان اور زاویاتی منظر کے عناصر نے ممکن کیا ہے، پس ہر ایک دوسرے کو قائم رکھنے کے لئے تناؤ یا کمند ڈالے ہوئے ہے جو ہم آہنگ "ایک" کو قائم رکھنے کے لئے ایک دوسری کی خاطر اور ایک دوسرے کے ساتھ پیہم چھپا میں مصروف نظر آتے ہیں۔

یہ کمند ضابطہ ہے جس کو ہم نے کشش سے موسوم کیا
ہے جو مناسب مقدار میں اثر انداز ہوتی ہے اور یوں
ہر ایک مجموعہ اپنی ہم آہنگی کا خوگر اپنی مدار میں
متداول اتنا اثر پذیر و کس میں برآمد کرتا ہے
کہ دوسرے کا ضابطہ قائم اور توازن تا حالیکہ اثر
پذیری قبول کرتا ہو، دائم رہے۔ یہ دست بہ ہما
یک دگر فی الحقیقت کشش کی دست توانائی
ہے اور یہ دست چاہے کتنے ہوں، کتنوں کے
ہوں حقیقت میں ایک توانائی کے ماتحت ہیں۔
جو صلاحیتوں کے اعتبار سے ایک ہیں جو تشخص
اور عنصر امتیاز ایک لئے ہیں۔ پس توانائی کسی
بھی صورت میں ہو کسی بھی منبع سے ہو کسی بھی
میدان کار میں باعث عمل ہو توانائی ہی کہلائے
گی۔ پس یہ وہی ہے جس کا کچھ دیر پہلے ہم نے
پیچ میں ادراک کیا تھا گویا جس چیز کی بھی ماہیت
ہدف بجزیہ بنائی جائے ما حاصل ایک حقیقت ظہور
پذیر ہوتی ہے اور وہ یہ کہ مادہ چاہے کیسی بھی
شکل میں ہو اپنی ہستی کی بقاء ابطال اور فنا
کے لئے ایک توانائی کا مرہون منت اور دست
نگر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ توانائی کو خود بقاء ارتقا
ابطال اور فنا کا ہدف ہونا روز روز کا مشاہدہ
اور عام فہم شعار زندگی ہے۔ پس یہ توانائی کیا ہے
معلوم ہوا کہ یہ خود کسی مستند صاحب فراست وقدرت
کا آلۂ کار ہے جو اس سے ہر ذی ہست کو
طوعاً و کرہاً قالب ہست میں ڈھلنے پر مجبور
کرتا ہے گویا کوئی مادہ رضا کارانہ طور پر نہ
وجود میں آتا ہے اور نہ مراحل ہست طے کر کے فنا کو
کوچ کرتا ہے۔ بلکہ من حیث مذ قلمروئی یہ توانائی
اس پہ اثر انداز ہوتی ہے اور مہر حاکمیت کے اثبات
میں موجود رہتی ہے اور یہ بات محقق و منقح ہے
کہ مذ قلمروئی اور مہر قلمروئی ایک وقت میں ایک
ہی آئینی ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ وقت کی اکائی
ہے۔ جو اگرچہ اپنی لپیٹ میں ساعات، لمحات
پہر موسم اور ادوار لئے ہے مگر خود غیر منقسم
ہے لہذا ایک وقت میں حاکم ایک ہے جو ایک
ہوا وہ تعداد و تکثیر اور دوئی کی آلائش سے
پاک ہوا۔ پس وہ احد ہے اور وہ ایک مورد
زیست کل ہے وہ جب تک چاہے توانائی
مستعار دے اور جب چاہے واپس لے لے
گویا فی الذات احد و قادر ہے۔ اور باقی جملہ
صفات کا ادراک قادر سے مترشح ہیں اور وہی
ایک ہے جس سے تصور ایک کو دوام ہے

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

المرشد کا مطالعہ بہت ضروری ہے

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک خاص ایڈیشن ۶۰/-	مسلمانان بالقرآن ۲/-	خدایا ایں کرم بار دگر کن ۱۰
دلائل السلوک اردو ۲۵/-	بنات رسولؐ ۲/-	بزم انجم ۲۰/-
دلائل السلوک انگلش ۶۰/-	داماد رسولؐ ۲/-	علم و عرفان ۲۵۰
حیات برزخیہ ۲۵/-	تفسیر آیات اربعہ ۵/-	فوز عظیم ۲۵۰
حیات انبیاء اول ۱۵/-	حضرت امیر معاویہؓ ۱۰/-	فضائل توبہ و استغفار ۲۵/-
حیات انبیاء مذاہب اربعہ ۱۰/-	دربار حبیبؐ میں چند روز ۵/-	پاکیزہ معاشرہ ۱۰/-
الدین الخالص ۲۵/-	اسرار التنزیل اول تا چہارم فی ۱۰/-	حج کی دعائیں تین رنگین ۵/-
ایمان بالقرآن ۲۰/-	درس قرآن ۵/- راہی کرب و بلا ۱/۵۰	امداد السلوک ۲۰/-
تحذیر المسلمین ۲۵/-	ارشاد السالکین ۵/-	ضیاء القلوب ۱۵/-
الجمال و الکمال ۵/-	انوار التنزیل ۵/-	فیوض الحرمین ۱۲/۵۰
سیف اویسیہ ۱۰/-	لغزشیں ۱۰/-	اللہ کی باتیں ۳۶/-
کمالات عقائد علمائے دیوبند ۵/-	دین و دانش ۱۰/-	احادیث قدسیہ مترجم ۲۰/-
اسرار الحرمین ۵/-	کس نے آئے تھے ۵/-	اکمال الشیم ۳۳/-
تعارف ۲/-	ذکر اللہ عربی ۳/-	الفتح الربانی ۴۵/-
تحقیق حلال و حرام ۴/-	مغالطے ۵/-	تعلیم الدین ۱۰/-
حرمت ماتم ۴/-	تصوف و تعمیر سیرت ۱۰/-	فتوح الغیب ۱۵/-
ایجاد مذہب شیعہ ۴/-	کونوا عباد اللہ ۳/-	ایک نصیحت آموز خط ۲/-
شکست اعدائے حسین ۲/-	اطمینان قلب ۱۵/-	حیات المسلمین ۱۵/-

ماہنامہ "المرشد"

یادگار حضرت العلام مولانا

اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا

محمد اکرم صاحب مدظلہ

اصلاح احوال و باطنی اصلاح

شرح چندہ

فی پرچہ: ۴/-

سالانہ چندہ: ۴۵/-

مشرق وسطیٰ: ۱۲۰/-

یورپ: ۱۴۰/-

امریکہ کینیڈا: ۱۶۰/-

لیبیا: ۱۵۰/-

ملنے کا پتہ

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ و ماہنامہ "المرشد" دار العرفان منارہ ضلع جہلم

سول ایجنٹ:- مدنی کتب خانہ گنپت روڈ۔ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255